Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE
روشن
سویرا
رافعہ عزیز

روشن سویرا

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

از قلم رافعہ عزیز

All Rights Reserved

Copyright: Rafia Aziz (Author)

Published by: Safar-e-Adab

Published On: safareadab.com

To get published with us, contact us via email or website:

safareadab.com

khanumaira@safareadab.com

adab@safareadab.om

Note: We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ضروری بات

روشن سویرا کے تمام جملہ حقوق لکھاری "رافعہ عزیز" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہوگی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جا سکتی ہے۔

اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

رات کا دوسرا پہر شروع ہو چکا تھا۔

بیس منٹ پہلے ہی وہ دکان سے گھر لوٹا تھا۔ جیسے جیسے عید کے دن قریب آرہے تھے ویسے ویسے بازاروں میں رونقیں بڑھنے لگی تھیں۔ عموماً وہ سحری کے بعد ہی گھر آتا تھا لیکن آج سر درد کی تکلیف کے باعث وہ جلد لوٹ آیا۔ کمرے میں گرمی اور حبس کی وجہ سے وہ بستر لے کر چھت پر آگیا۔ سرہانہ چارپائی پر رکھ کر لیٹتے اس نے گہرا سانس لیا۔

اندرونِ لاہور میں ہمیشہ کی طرح گہما گہمی کا سماں تھا۔ بازاروں اور چوراہوں پہ خوب چہل پہل تھی۔

تنگ گلیوں، چھوٹے مکانوں اور ساتھ جڑی چھتوں کے درمیان ہی موجود ایک گھر میں وہ رہتا تھا، وہ جو ہر کسی سے بیگانہ، روٹھا روٹھا سا ہے، وہ جو عرش خلیل ہے۔

عرش کی نظریں آکاش پر مرکوز تھیں۔ سارا دن کھڑے رہ کر کمپیوٹر پر بل بنانے کے بعد رات کو جب وہ بستر پر لیٹتا تو کمر چیخ جاتی تھی۔

اردگرد کی چھتوں پر اندھیرے کا راج تھا لیکن فاصلے پر موجود بادشاہی مسجد پوری شان و شوکت کے ساتھ روشنیوں میں گھری کھڑی تھی۔ مسجد کے گنبد رات کی سیاہی میں بھی دیکھنے والوں کو اپنے سحر میں جکڑ رہے تھے۔

عرش نے دائیاں بازوں اُٹھا کر سر کے نیچے رکھا۔ چائے کی طلب بڑھتی جارہی تھی۔ وہ نیند کی وادیوں میں اُترنے ہی والا تھا کہ نسوانی آواز نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں وہ اچھے سے جانتا تھا یہ آواز کہاں سے آرہی ہے اور کس کی ہے، بول تو وہ آہستہ ہی رہی تھی لیکن چونکہ گھروں میں فاصلہ کم تھا تو عرش با آسانی اس کی آواز سن سکتا تھا۔ عرش نے گردن اٹھا کر سامنے نعیم صاحب کی چھت پر نظر ڈالی اُن کی چھت کی دیواریں اونچی تھیں اس نے دوبارہ سر تکیے پر گرا دیا اب نیند کس کم بخت کو آنی تھی۔

لیپ ٹاپ احتیاط سے اٹھاتی وہ چھت پر آکر چارپائی پر بیٹھ گئی۔

"چندا! نیچے سگنل نہیں آرہے اس لیے میں اوپر آگئی ہوں" اسکرین پر نظر آتی چار سالہ بچی کو پیار سے کہتے اس نے ہاتھ اٹھا کر سر سے ڈھلکتا ڈوپٹہ درست کیا۔ اسکرین کی روشنی اس کے چہرے کو منور کر رہی تھی۔ سویرا نعیم جس کی معصومیت اور سادہ طبیعت سب کا دل موہ لیتی تھی۔ وہ نعیم اور سدرہ کی اکلوتی اولاد تھی۔ ماں اور باپ کے ساتھ وہ دادی کی بھی لاڈلی تھی۔ اس کی نظریں اسکرین پر تھیں بچی کے پیچھے ابھرتے عکس کو دیکھ کر وہ بچی سے مخاطب ہوئی۔

"چندا! آپ ماما کے پاس جائیں، اب آپی کی باری ہے۔" وہ بچی فوراً اٹھ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔ سویرا عائشہ کی جانب متوجہ ہوئی جو سر جھکائے بیٹھی تھی۔ اس نے آہستہ سے سلام کیا جس کا جواب دیتے سویرا نے ایک نظر ارد گرد گھمائی رات کے اس پہر وہ چھت پر اکیلی تھی۔ سویرا امریکہ میں مقیم اپنے خالہ زاد کے بچوں کو اون لائن قرآن پڑھاتی تھی۔

"عائشہ! کیا بات ہے آپ مجھے کچھ اداس لگ رہی ہیں۔" اس نے استفسار کیا۔

"نہیں خالہ"! وہ اپنا قرآن کھولنے لگی۔

"قرآن بند کر دیں، پہلے ہم اُداسی کا حل نکالیں گے اُس کے بعد آج کا سبق شروع کریں گے چلو شاباش اب جلدی سے خالہ کو بتاؤ کیا پریشانی ہے۔"

"خالہ!" اس نے بات کرنے کا ارادہ کیا۔

"لاریب میری بہت اچھی دوست تھی ہم بہت عرصہ ایک دوسرے کے ساتھ رہے ہیں لیکن اب لاریب مجھ سے پہلے کی طرح بات نہیں کرتی اور اس نے نئے دوست بھی بنالیے ہیں۔خالہ ہم تو بیسٹ فرینڈ تھے۔"عائشہ کے لہجے میں اُداسی اور نمی گھلنے لگی۔

"میں نے آپ کو پہلے بھی کہا تھا کسی دوسرے کو یہ اختیار نہیں دینا کہ وہ آپ کا سکون اور آپ کے چہرے کی مسکراہٹ چرالے تبدیلی کائنات کی فطرت ہے کوئی بھی چیز ہمیشہ ساتھ نہیں رہتی،لاریب آپ سے دور ہوئی ہے تو اسے دور جانے دو کیا پتا اللہ پاک کی اِسی میں بہتری ہو۔بچے!کسی بھی رشتے کو زبردستی نہیں روکنا چاہیے،زبردستی کا رشتہ بوجھ بن جاتا ہے۔اگر اب لاریب آپ کے پاس آئے تو جیسے وہ آپ کے ساتھ رہے آپ بھی ویسے ہی رہنا اگر وہ نہ بھی آئے تب بھی آپ نے کوئی بات دل پر نہیں لینی،اداس ہونے کی ضرورت نہیں ہے آگے بڑھ جاؤ ہم اکیلے تھوڑی ہیں ہمارے پاس تو سب سے بہترین دوست موجود ہے جلدی سے بتاؤ کون ہے وہ دوست؟""

"اللہ تعالیٰ!"رسان سے کہتی وہ مسکرادی۔

"جب اللہ کوئی چیز ہم سے دور کرتا ہے تو اُس میں ہماری ہی بہتری ہوتی ہے اگلی بار وہ ہمیں اُس چیز سے بہتر چیز انعام کر دیتا ہے۔بس ہمیں صبر اور دعا سے کام لینا چاہیے۔"

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں اللہ پاک نے مجھے اتنی اچھی دوست سے نوازا ہے میں بلاوجہ ہی اُداس ہو رہی تھی۔"عائشہ کی بات پر سویرا نے سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھا۔

"آپ!خالہ آپ میری بہت اچھی دوست ہیں"۔سویرا ہنس دی۔قریب ہی مسجد میں تہجد کی اذان کی صدا بلند ہوئی۔رات کا تیسرا پہر یعنی خدا سے ملاقات کا پہر شروع ہو چکا تھا۔الوداعی کلمات کہہ کر اس نے لیپ ٹاپ بند کر دیا۔فضا میں سکون سرایت کر رہا تھا۔وہ اٹھ کر نیچے کی جانب بڑھ گئی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

مولوی صاحب کے خاموش ہوتے ہی چاروں سوسناٹا چھا گیا کتنی ہی دیر وہ خلا میں موجود کسی غیر مرئی نقطے کو گھورتا رہا۔

"ہم اکیلے تھوڑی ہیں ہمارے پاس تو سب سے بہترین دوست موجود ہے۔"نرم آواز سماعت میں گونجنے لگی۔

"اماں !ایک تیرا ہی آسرا ہے، مجھے اکیلا نہ چھوڑ۔"ماں کا لاڈلہ ماں سے گڑگڑا کر التجا کر رہا تھا۔

"پتر !بندوں میں آسرے نہیں ڈھونڈتے، بندے تو آنی جانی شے ہے، سہارا اسے بنا جو ہمیشہ رہے گا۔ جو سب کا ولی سب کا مددگار ہے۔"

"اماں تیری آغوش کے بنا نیند نہیں آتی، تجھے دیکھے بنا چین نہیں ملتا، اماں اب کوئی دَم پڑھ کر نہیں پھونکتا۔۔۔ کوئی نہیں کہتا"خیر نال جا پتر رب دے حوالے "اماں تیرا لاڈلہ تھک گیا ہے۔ایک آنسو چپکے سے آنکھ سے لڑک کر داڑھی میں جذب ہوا۔

"عرش بھائی سحری کر لیں۔"یاسمین جس تیزی سے آئی تھی اُسی تیزی سے پیغام دیتی واپس چلی گئی۔وہ گیلی سانس اندر کھینچتا اٹھ بیٹھا اِس بات سے انجان کے ماں نے تو آخری ہچکی لیتے اسے بہترین ذات کے حوالے کر دیا تھا۔

"پتر !رب دے حوالے۔"

.....☆☆☆.....

"امی !یاسمین رات کو کتاب دے کر گئی تھی؟"الماری میں موجود ہر کتاب کو دیکھتے اس نے ماں سے استفسار کیا۔

"نہیں بچے!"ماں کا جواب سن کر سویرا نے غصے سے الماری بند کی۔

"یہ لڑکی مجھ سے بہت پٹے گی۔" گھر سے نکل کر اس نے سامنے والے گھر کے دروازے پر دستک دینی چاہی تھی کہ اندر سے آتی آواز پر ٹھہر گئی۔

وہ تیار سا موٹر سائیکل پر سے دھول صاف کر رہا تھا جب آفرین کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

"او میاں تمہیں کون سی زبان سمجھ آتی ہے۔" کچن کی چوکھٹ پر کھڑی وہ کمر پر ہاتھ رکھے عرش کو گھور رہی تھی۔

"جو زبان آپ کو بولنی نہیں آتی۔" لاپرواہی سے کہتا وہ صحن میں لگے نلکے سے ہاتھ دھونے لگا۔

"دیکھ رہے ہیں اپنے بھتیجے کے تیور۔۔۔" عرش اپنے کام میں لگا رہا پیچھے آفرین اُس کی شان میں قصیدے کہنا شروع کر چکی تھی۔ آئینے میں دیکھتے عرش نے اپنے بال درست کیے۔ گندمی رنگت، ہلکی شیو اور دراز قد و قامت اُسے پر کشش بناتے تھے۔ وہ موٹر سائیکل گھسیٹتا دروازے کی جانب بڑھنے لگا تھا جب رفیق کی آواز پر قدم جم گئے۔

"جس گھر میں رہ رہے ہو تمہیں اس گھر کی ذمہ داری اٹھانے میں کون سی آفت آ رہی ہے۔" وہ پلٹا۔

"ذمہ داری سے نہ میں نے پہلے جان چھڑائی ہے نا اب، ابھی ایک ہفتہ پہلے ہی سارا راشن لے کر آیا ہوں، میں بس اتنا کہہ رہا ہوں اس مہینے بجلی کا بل عدیل جمع کروا دے میرے پاس گنجائش نہیں ہے، کل فیس جمع کروانے کی آخری تاریخ تھی پیسے اُس میں لگ گئے ہیں پہلے بھی تو سب دیکھتا رہا ہوں بس اِس مہینے گزارا کر لیں۔" دو دن کی مسلسل چخ چخ سے اس کا دماغ گھوم چکا تھا۔

"اب یہ ہم پر احسان جتائے گا کہ یہ گھر کا خرچہ اٹھاتا ہے۔" آفرین تن فن کرتی اُس کے سر پر آ کھڑی ہوئی۔

"لاڈ صاحب کوئی احسان نہیں کرتے تم خرچہ اٹھا کر، رہنے کے لیے چھت دی ہے تمہیں دو وقت کی عزت کی روٹی مل جاتی ہے صبر شکر کرو۔" عرش نے بہت مشکلوں سے خود کو کچھ سخت بولنے سے روکا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"عزت کون سی عزت سال میں چند دن ہی اسے تازہ کھانا ملتا تھا اور گھر وہ جس کا دروازہ بند ہو جانے پر پوری رات اسے باہر شیڈ میں کھڑے رہ کر گزارنی پڑتی تھی۔" اس نے پیچھے تخت پر اخبار پڑھتے اپنے چچا کو دیکھا چلو آفرین تو غیر تھی لیکن وہ تو سگا چچا تھا اس سے تو خون کا رشتہ تھا وہی کچھ نرمی کر لیا کرے لیکن آج کل تو سگے سوتیلوں سے بھی زیادہ سخت دل ہیں۔ اس نے جھٹکے سے پلٹتے دروازہ کھولا۔ وہ جو دستک کے لیے ہاتھ اٹھائے کھڑی تھی اچانک دروازہ کھلنے پر ہڑبڑا کر پیچھے ہوئی۔ عرش نے اسے دیکھا سیاہ عبائے اور نقاب میں صرف اس کی آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔

چند سیکنڈز کے لیے دونوں کی نظریں ملیں پھر وہ فوراً پیچھے ہٹ گیا اس کے ہٹتے ہی سویرا جلدی سے اندر چلی گئی۔

........☆☆☆........

امتحانات ختم ہوتے ہی سویرا کو یونیورسٹی سے چھٹیاں ہو گئی تھیں اُس کا بی اے مکمل ہو چکا تھا۔ آج اس نے ٹیوشن والے بچوں کو بھی چھٹی دے رکھی تھی۔ عصر کی نماز پڑھ کر وہ صحن میں آ گئی جہاں دادی پنکھے کے سامنے بیٹھیں نماز کے بعد کی تسبیحات پڑھ رہی تھیں۔ آسمان پر بادلوں کا بسیرا تھا۔

"ہو گئی میری بچی کی نیند پوری" تسبیح ایک جانب رکھ کر وہ سویرا کی جانب متوجہ ہوئیں۔ اس سے پہلے وہ کوئی جواب دیتی دروازے پر دستک ہوئی۔

"یاسمین ہو گی صبح سے تین چکر لگا چکی ہے۔" سویرا نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے یاسمین ہی تھی۔

"شکر ہے تم اٹھ گئی ورنہ مجھے تو لگ رہا تھا نشہ کر کے سوئی ہو۔" سویرا نے دروازہ بند کرتے اس کے کندھے پر تھپڑ رسید کیا۔

"استغفر اللہ" دادی نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"اوہ! دادی آپ یہاں بیٹھی ہیں" یاسمین دانت نکالتی ان کے ساتھ چارپائی پر بیٹھ گئی۔

"پتا نہیں آج کل کے نوجوانوں نے شرم وحیا کہاں بیچ کھائی ہے۔ بیچ دروازے پر کھڑی ہو کر لڑکیاں نشے کا نام لے رہی ہیں۔"

"اوہو! دادی نام ہی تو لیا ہے میں نے کون سا نشہ کرنا شروع ہو گئی ہوں۔"

"لاحول ولا قوۃ الا باللہ" یاسمین قہقہہ لگا کر ہنسنے لگی جبکہ سویرا ہنسی ضبط کرتی باورچی خانے کی جانب بڑھ گئی جہاں سدرہ بریانی کا سامان نکال رہی تھی۔

"امی آپ جا کر آرام کریں کھانا میں بنا دیتی ہوں۔" اس نے سدرہ کو باہر بھیجتے کمر پر پھیلے گیلے بال جوڑے کی شکل میں باندھے اور کام میں لگ گئی۔ یاسمین اس کے پاس شیلف پر چڑھ کر بیٹھ گئی۔ ایک گھنٹے تک بریانی تیار ہو گئی تھی دم پر رکھ کر وہ باورچی خانے میں موجود موڑھے پر بیٹھ گئی۔ سر گھومتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"مجھے عرش بھائی کی بہت فکر ہے اماں تو سارے لحاظ بھول چکی ہیں۔" باتوں کے درمیان یاسمین نے عرش کا ذکر چھیڑ دیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"وہ یہاں سے چلے کیوں نہیں جاتے۔" ایک عرصے سے دل میں دبی بات لبوں پر آگئی۔

"اتنی مہنگائی کے دور میں کہاں جائیں گے، بیس ہزار تنخواہ میں مکان کا کرایہ، راشن، بجلی پانی کا بل یہ سب کیسے پورا کریں گے۔" سویرا نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر خاموش ہی رہی۔

"مجھے اتنا ترس آتا ہے جب ہم سب کمرے میں اے سی میں سوتے ہیں اور وہ چھت پر جا کر صرف چند گھنٹوں کی نیند لیتے ہیں۔" سویرا چولہہ بند کر کے برتن نکالنے لگی۔

"اللہ پاک آسانیاں کریں۔"اس نے دل سے دعا دی۔یاسمین نے سر پر ہاتھ مارا۔

"جس کام کے لئے آئی تھی وہ تو بھول ہی گئی۔"وہ دونوں باورچی خانے سے نکل کر برآمدے میں رکھے میز پر برتن لگانے لگیں۔روزہ کھلنے میں کچھ ہی دیر رہ گئی تھی۔

"کل عرش بھائی کی سالگرہ ہے تحفہ تو میں لے چکی ہوں بس تم اچھی سی کچھ باتیں اور دعائیں لکھ دینا یہ کام مجھ سے نہیں ہوتا۔"فریج سے شربت نکالتے سویرا کے ہاتھ سست ہوئے۔

"میں کیسے لکھ سکتی ہوں۔"سویرا نے صاف انکار کرتے میز پر جا کر جگ رکھا۔

"ان خوبصورت ہاتھوں سے۔"یاسمین نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"نہیں میں کچھ نہیں لکھ رہی۔"اس نے فوراًاپنے ہاتھ چھڑائے۔

"سویرا!"التجا کی گئی۔

"ہرگز نہیں"التجا رد کر دی گئی۔یاسمین منہ لٹکا کر جانے کے لیے پلٹ گئی۔

"رکو"وہ جھٹکے سے پلٹی۔

"مجھے پتا تھا تم میری ناراضگی برداشت نہیں کر سکتی۔"وہ مسکراتی ہوئی اس کے پاس آئی۔

"خوش فہمی کا لیول زرا کم کرو بریانی نکال رہی ہوں لیتی جاؤ۔"سویرا کی بات پر یاسمین منہ بناتی اس کے پیچھے کچن کی جانب بڑھ گئی۔

.....☆☆☆.....

گھڑی کی سوئیاں جونہی بارہ سے جاملیں عرش کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔وہ ٹی شرٹ اور ٹراوزر پہنے بیڈ پر کتابوں میں سر دیے بیٹھا تھا۔کل اس کے ایم اے کا آخری امتحان تھا۔دن رات کی گئی اَن تھک محنت سے آخر کار اس کی تعلیم مکمل ہونے کو تھی۔اس نے انٹر میڈیٹ کالج سے کیا تھااور اس کے بعد کی تعلیم پرائیویٹ حاصل کی تھی۔کتاب ایک طرف رکھتے اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا سامنے یاسمین کھڑی تھی۔

"السلام علیکم عرش بھائی!مجھے آپ کے آنے کا پتا ہی نہیں چلا ویسے پتا تو مجھے پہلے بھی نہیں چلتا تھا سچ بتاؤں بڑی تنگ ہوں میں اپنی نیند سے جو مجھے دنیا سے پوری طرح بیگانہ کر دیتی ہے۔"وہ اُسے کچھ بولنے کا موقع دیے بغیر ٹرے تھامے کمرے میں آگئی۔

"ہائے اللہ اتنی کتابیں،کیسے پڑھ لیتے ہیں اتنا۔"وہ کتابیں ایک طرف کرنے لگی۔

"اِدھر آپ کا یہ حال ہے اور اُدھر سویرا کتابوں میں سر دیے رہتی تھی وہ تو شکر ہے اس کا بی اے مکمل ہو گیا ہے۔"عرش خاموش سا پیچھے کھڑا رہا۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے اتنے خاموش کیوں ہیں؟"یاسمین کے آواز میں فکر مندی چھا گئی۔

"تمہاری پٹر پٹر چلتی زبان کے آگے کوئی کیسے بولنے کی گستاخی کر سکتا ہے۔"عرش نے آگے بڑھ کر ٹرے سے چائے کا مگ اٹھایا۔

"میں کہاں اتنا بولتی ہوں۔"اس کے منہ کے زاویے بگڑے۔

"جی بالکل آپ کہاں بولتی ہیں خیر اتنی نوازشوں کی وجہ جان سکتا ہوں۔"اس نے ٹرے میں رکھے لوازمات کی جانب اشارہ کیا۔

"مجھے پتا ہے آپ نے رات کو کھانا نہیں کھایا میں سو گئی تھی اس لیے آپ کے آنے کا پتا ہی نہیں چلا وہ تو شکر ہے بارہ بجے کا الارم لگا کر سوئی تھی"۔ بولتے بولتے اس نے سر پر ہاتھ مارا۔

"باتوں کے چکر میں اہم کام تو بھول ہی گئی۔"وہ جلدی سے باہر گئی اور ہاتھ میں تحفہ لیے واپس آئی۔

"سالگرہ مبارک عرش بھائی!"عرش نے چونک کر اسے دیکھا۔

"تمہیں یاد تھا۔"

"لو بھلا میں پہلے کبھی بھولی ہوں جو اب بھول جاتی آپ تو میرے چہیتے بھائی ہیں۔"عرش نے مسکراتے تحفہ تھام لیا۔

"ہمیشہ خوش رہو۔"اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا دیتے عرش کی آواز آبدیدہ ہوگئی۔ایک یاسمین ہی تو اس کا خیال رکھتی تھی۔

"اچھا اب میں سونے جا رہی ہوں سحری میں اٹھنا بھی ہے۔آپ جلدی سے یہ بریانی کھا لیں خاص سویرا نے آپ کے لیے بھیجی ہے۔"عرش نے جھٹکے سے یاسمین کو دیکھا۔

"اور تم سب۔۔۔"وہ بات مکمل کرتا اس سے پہلے یاسمین بول اٹھی۔

"ہم سب کی الگ تھی،اُسے اماں کا اچھے سے پتا ہے اس لیے اس نے آپ کے لیے الگ پلیٹ بنائی تھی۔"

"چچی کو تو نہیں بتایا"

"نہیں اماں کو تو میں نے کہا تھا یہ میری ہے۔"یاسمین کی بات پر وہ ایک بار پھر مسکرا دیا۔

"صحیح پھپھے کٹنی ہو۔"وہ بیڈ پر بیٹھتا ٹڑے آگے کرنے لگا۔

"کارڈ کھول کر ضرور پڑھیے گا بڑی التجاؤں سے لکھوایا ہے۔میں نے تو نہیں پڑھا آپ صبح بتا دیجیے گا کہ کیا لکھا تھا۔"

"کس سے لکھوایا ہے؟"عرش نے چمچہ بھر کر منہ کی جانب لے جاتے استفسار کیا۔

"سویرا سے۔"ہاتھ ہوا میں ہی ٹھہر گیا۔وہ بول کر چلی گئی لیکن عرش جہاں تھا وہی تھم گیا تھا۔اس نے اٹھ کر دروازہ بند کیا پھر تحفہ اٹھا کر بیڈ پر آ گیا۔پلیٹ ایک طرف کرتے اس نے ڈبہ کھولا سب سے اوپر سفید لفافہ تھا جس پر سالگرہ مبارک لکھا ہوا تھا،اس کے ساتھ مہرون رنگ کی ڈریس شرٹ موجود تھی۔اس نے شرٹ دیکھ کر ایک طرف رکھی پھر لفافہ اٹھا کر اس میں سے تہہ شدہ کاغذ نکال کر کھولنے لگا۔نیلی سیاہی سے پھیلے الفاظ نظروں کے سامنے جھلمل کرنے لگے۔

"سالگرہ مبارک!آپ کے اس خاص دن پر میں آپ کو دعاؤں کا روشنیوں بھرا چراغ تھماتی ہوں کہ جب آپ کو لگے آپ تنہا ہیں آپ کی زندگی اندھیروں میں گھِرتی چلی جا رہی ہے تو تب یہ چراغ آپ کی راہ کو روشن کر دے،تنہائی میں آپ کا ساتھی اور اندھیرے میں نور بن جائے۔آپ کے اس خاص دن پر میں آپ کو یہ یقین دلانا چاہتی ہوں کہ آنے والا ہر دن پہلے سے بہتر اور خوبصورت ہو گا۔زندگی گردش کا نام ہے۔یہ وقت بھی گزر جائے گا،کوئی بھی آزمائش برداشت سے بڑھ کر نہیں ہوتی آزمائش کو صبر کی بھٹی میں جلا کر راکھ کر دینے سے انعام وجود میں آتے ہیں اور ربِ کائنات کبھی بھی صلہ دینے سے انکار نہیں کرتے وہ کیے گئے ہر عمل کا صلہ ضرور دیتے ہیں۔آپ سے جو چیز لے لی گئی ہے میں آپ کو یقین دلاتی ہوں آپ کو ضرور اُس کے بدلے کچھ ایسا عطا کر دیا جائے گا جو آپ کا مرہم بن جائے گا۔ہر درد سے پہلے اُس کا مرہم تیار کر دیا جاتا ہے بس کوئی اسے جلد حاصل کر لیتا ہے تو کوئی تاخیر سے لیکن مرہم ملتا ضرور ہے۔"عرش نے ایک لمحے کے لیے

آنکھیں بند کیں وہ اچھے سے جانتا تھا سویرا نے کس تکلیف کا ذکر کیا تھا، ماں کا بھری دنیا میں تنہا چھوڑ جانے کا۔ باپ تو بچپن میں ہی چھوڑ گیا تھا لیکن ماں تو بچھڑ کر بھی نہیں بچھڑی تھی۔ اس نے آنکھیں کھولیں۔

"آخر میں بس اتنا کہوں گی آپ کو زندگی مبارک!" عرش نجانے کتنی ہی دیر لفظوں کو پڑھتا رہا نیلی سیاہی سے پھیلے الفاظ صرف الفاظ نہیں تھے وہ امید تھے اسے لگ رہا تھا وہ جو ہار گیا ہے سویرا نے اُسے ایک نئی امید دلا دی ہے کہ زندگی کے حقیقی دن تو ابھی آنے ہیں صبر کا اجر تو ابھی ملنا ہے اس نے کاغذ کو احتیاط سے اپنے والٹ میں رکھ لیا۔

.....☆☆☆.....

صبح سے ہی اس کے سر میں شدید درد تھا۔ آج کل اسے بخار اور سر درد کی شکایت رہنے لگی تھی۔ بامشکل مغرب کی نماز پڑھ کر اس نے سر درد کی دوا لی اور دو گھنٹوں کے لیے سو گئی۔

"سویرا!" یاسمین سیدھا اوپر اس کے کمرے میں آگئی تھی۔

"اٹھ جاؤ سویرا۔" وہ اس کے چہرے سے چادر ہٹاتے بولی۔

"کیا مصیبت ہے؟" وہ شدید بیزار ہوئی تھی۔

"جلدی سے تیار ہو جاؤ ہمیں بازار جانا ہے۔" یاسمین کی بات سنتے وہ بھڑک کر اٹھ بیٹھی۔

"دماغ خراب ہے تمہارا یہ کون سا وقت ہے بازار جانے کا اور دوسرا آج بہت رش ہو گا تمہیں پتا ہے مجھے رات کو بازار جانا بالکل پسند نہیں ہے۔" بکھرے ہوئے بالوں کو سمیٹتے اس نے حتمی انداز میں اپنا فیصلہ سنایا۔

"بس دو دکانوں میں جانا ہے خالہ بھی ساتھ آرہی ہیں تم بھی اٹھ جاؤ ناں انہوں نے کہا ہے لازمی تمہیں ساتھ لے کر آؤ۔" وہ لجاجت بھرا انداز اپنائے ہوئے تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"امی بھی ناں" کچھ دیر بعد وہ تینوں تنگ گلیوں سے ہوتیں بازار کی جانب بڑھ رہی تھیں۔ گھر سے بازار تک کا راستہ پانچ منٹ کا ہی تھا۔ گلیوں چوراہوں میں جیسے لوگوں کا سیلاب اُمڈ آیا تھا۔ تیز روشنیوں میں اسٹال جگ مگا رہے تھے۔ اتنے ہجوم میں سویرا کا دل گھبرانے لگا بھورے عبائے اور نقاب میں اس کی آنکھیں اتری ہوئی معلوم ہو رہی تھیں۔ .

"امی جلدی کریں" یاسمین اور سدرہ کو چوڑیوں کے اسٹال پر رکتا دیکھ کر وہ جھنجھلا کر بولی۔

"سوٹ کے ساتھ کی چوڑیاں دیکھ لو تم نے کچھ بھی نہیں لیا۔" سدرہ نے چادر درست کرتے اسے آگے کیا تو وہ انکار کرتی پیچھے ہو گئی۔

"جو ہیں وہ پہن لوں گی آپ بس گھر چلیں۔"

"ہاں بس چل رہے ہیں میں جوتا تو لے لوں۔" دکان دار کو پیسے پکڑا کر سامان پکڑتی یاسمین آگے بڑھ گئی تو وہ بھی اس کے پیچھے چل دی۔ شیشے کا دروازہ دھکیلتی وہ تینوں ایک شاندار جوتوں کی دکان میں داخل ہوئیں۔ اے سی کی ٹھنڈی ہوا محسوس کرتے ہی سویرا نے پرسکون سانس لیا۔ دکان کی چمک دمک دیکھنے لائق تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

دکان میں کافی رَش تھا یاسمین اور سدرہ آگے بڑھ کر جوتے دیکھنے لگے جبکہ سویرا کونے میں رکھی کرسی پر جا کر بیٹھ گئی۔ وہ جو ایک کسٹمر کا بل بنا رہا تھا جونہی اس نے سر اٹھایا نظر پاس ہی کرسی پر بیٹھی نقاب والی لڑکی پر گئی۔ عرش کو گمان ہوا کہ وہ سویرا ہے لیکن سوچ کو جھٹک کر وہ کام میں مشغول ہو گیا۔

سویرا شیشے کے پیچھے موجود جوتوں کو غور سے دیکھ رہی تھی تبھی اسے لال رنگ کی ہیل والی جوتی پسند آگئی۔

"سنیں بھائی یہ والی دیکھائیے گا۔"سویرا نے پاس کھڑے دکاندار کو اشارے سے جو تا بتایا۔ عرش نے سویرا کی آواز پر سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ گمان نہیں حقیقت تھی۔ اتنے لوگوں کی آوازوں میں عرش نے سویرا کی آواز کو پہچان لیا تھا قابل ستائش بات تھی۔

دکاندار نے سویرا کے سائز کے جوتے منگوا کر اس کے سامنے رکھے عرش اُن کی جانب ہی متوجہ تھا۔ سویرا نے دائیاں پاؤں لال رنگ کے ہیل والے جوتے میں ڈالا تو ایسا لگا وہ بنا ہی اُس کے لیے تھا اسٹریپ بند کرنے کے لیے دکاندار نے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ وہ فوراً بول اٹھی۔

"میں خود کرلوں گی۔"وہ پیچھے ہو گیا تو سویرا نے جھک کر اسٹریپ بند کیے۔ دونوں جوتے پہن کر وہ چلتی ہوئی شیشے کے سامنے آکر پاؤں کا عکس دیکھنے لگی جوتے اس کیپاؤں میں جچ رہے تھے۔ عرش نظریں موڑ کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

یاسمین کے ساتھ وہ بل ادا کرنے آئی تو عرش کو دیکھ کر چونک گئی اُسے نہیں علم تھا کہ عرش یہاں کام کرتا ہے۔

"آنے سے پہلے بتا دیتی۔"اس نے سامان یاسمین کی طرف بڑھاتے کہا۔ سویرا پرس میں جھکی پیسے نکال رہی تھی۔

"بس اچانک پروگرام بن گیا۔"عرش نے نظریں جھکائے سویرا سے پیسے تھام کر رسید اس کے حوالے کی۔

"خالہ پانی منگواؤں"وہ سدرہ کی جانب متوجہ تھا۔

"نہیں بچے بس اب گھر چلیں گے تم بھی جلدی آجانا۔"سدرہ کی بات پر اس نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا۔

کل عید تھی اُنھیں آج دیر تک رک کر ساری کلوزنگ کرنی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ تینوں دکان سے جو نہی باہر نکلیں ایک موٹر سائیکل سوار رش میں جگہ بناتا تیزی سے نکلا زوردار چیخ سویرا کے منہ میں دم توڑ گئی۔

"ہائے میری بچی"سدرہ نے فوراً سویرا کو پکڑا۔موٹر سائیکل کے دونوں ٹائر اس کا دائیاں پاؤں زخمی کر چکے تھے۔

"اندھا، منحوس مارا"سدرہ موٹر سائیکل سوارا کو کوسنے لگی۔سویرا کے انگوٹھے کا ناخن اکھڑ چکا تھا اور اُس میں سے تیزی سے خون نکلنے لگا تھا۔سدرہ گھبرا گئیں۔

یاسمین نے فوراً اس کے ہاتھ سے سامان پکڑا۔اردگرد لوگوں کا اتنا ہجوم تھا کہ کہیں بھی بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی۔

"میں بھائی کو بلا کر لاتی ہوں"یاسمین بوکھلائی ہوئی سی دکان کی جانب پلٹی سویرا نے اسے روکنا چاہا لیکن وہ تیزی سے آگے بڑھ گئی تھی۔سدرہ سویرا کو سہارا دیے کھڑی تھی۔

"گھر سے ہی نہ ڈال کر چلی تھی دیکھ لو اب انجام"سدرہ الٹا اُسی پر چڑھ دوڑی۔

"امی خدا کے لیے ڈانٹیں تو مت"سویرا ویسے ہی بھری پڑی تھی سدرہ کی بات پر اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔یاسمین کے ساتھ تیزی سے آتا عرش اس کی نم آنکھیں دیکھ چکا تھا۔

"کیا ہوا ہے ؟"وہ پریشان حالی میں ان کی جانب بڑھا۔عرش نے سویرا کے پاؤں کی جانب دیکھا جو خون سے لال ہو رہا تھا۔

"یہ تو بہت زیادہ لگ گئی ہے آپ میرے ساتھ آئیں ساتھ ہی گلی میں کلینک ہے"اس نے سدرہ کو ساتھ چلنے کا کہا۔

"آپ چل لیں گی,بس تھوڑا سا ہی آگے ہے"اب کی بار پلٹ کر سویرا سے استفسار کیا جس نے اثبات میں سر ہلایا۔

ڈاکٹر سویرا کا پاؤں صاف کر کے اس پر مرہم لگا رہی تھی۔ سدرہ اور یاسمین باہر بیٹھے تھے جبکہ عرش دیوار کے ساتھ کمر لگائے سینے پر بازوں باندھے ڈاکٹر کی کاروائی دیکھ رہا تھا۔

"میری ہی نظر لگ گئی ہو گی۔" اس نے پٹی میں قید پاؤں کو دیکھتے سوچا۔

پٹی کر کے ڈاکٹر سیدھی ہوئی اور دوائی والی پرچی عرش کی جانب بڑھائی۔ سویرا کا پاؤں سن ہو رہا تھا۔ وہ کرسی کا سہارا لیے کھڑی تو ہو گئی تھی لیکن قدم اٹھانے میں مشکل ہو رہی تھی۔

"آپ بیٹھیں میں خالہ کو بھیجتا ہوا۔" سدرہ کو اندر بھیج کر اس نے اُن کے لیے رکشہ منگوایا اور سامان یاسمین کو پکڑاتے وہ اسے کچھ سمجھانے لگا۔

گھر آتے ہی وہ دادی کے کمرے میں لیٹ گئی۔ سر درد ایک بار پھر شدت اختیار کر چکا تھا۔

.......☆☆☆......

صبح کے تقریباً 4 بجے وہ گھر لوٹا تھا۔ تھکن سے آنکھیں بند ہو رہی تھیں موٹر سائیکل سے اتر کر اس نے چار دفعہ دروازہ کھٹکھٹایا۔ گھر کی چابی آفرین نے اسے رکھنے ہی نہیں دی تھی دس بار وہ چابی بنوا چکا تھا ہر بار چابی غائب ہو جاتی تھی۔ پانچویں بار دستک دیتے اس نے زور سے دروازے پر ٹھوکر ماری۔

"کیا مصیبت ہے۔" غصے اور تھکن سے اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

سویرا جو نماز پڑھ کر باہر برآمدے میں آکر بیٹھی تھی مسلسل دستک سن کر وہ آہستہ سے اٹھ کر کمرے میں گئی اور موبائل اٹھا کر یاسمین کو فون ملایا تیسری گھنٹی پر فون ہانیہ نے اٹھایا تھا۔

"کون؟" غنودگی میں استفسار کیا گیا۔

"سویرا بات کر رہی ہوں فوراً اٹھ کر دروازہ کھولو۔"

"کیوں؟"

"فضول سوال مت کرو جلدی اٹھو۔" وہ نیند میں جھولتی دروازہ کھولنے آئی تو سامنے عرش جو غصے سے بھرا کھڑا تھا ہانیہ کو بنا چادر کے دیکھ کر نظریں پھیرتا موٹر سائیکل گھر کے اندر کرتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ ہانیہ مسکراتی اسکے پیچھے کمرے میں آئی وہ درشتگی سے پلٹا۔

"کیا تکلیف ہے نکلو یہاں سے۔۔۔" اسے شدید نفرت تھی ہانیہ سے جو اپنا عورت ہونے کا لحاظ بھی نہیں کرتی تھی۔

"آج عید ہے اور میں آپ کے دید کی پیاسی ہوں۔" وہ کمینگی کے سارے ریکارڈ توڑ چکی تھی۔

"بکواس بند کرو نکلو یہاں سے۔"

"ہاں ہاں جا رہی ہوں بھڑکنے کی ضرورت نہیں ہے"۔ وہ خفگی سے منہ بناتی پلٹ گئی عرش نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کیا۔ اسے نیند تو بہت آ رہی تھی لیکن وہ الماری سے سفید شلوار قمیض نکالتا باتھ روم میں گھس گیا۔

......☆☆☆......

سفید کلیوں والا فراک پہنے وہ آئینے کے سامنے آ کر بال بنانے لگی نعیم صاحب مسجد سے لوٹنے ہی والے تھے وہ بھی نماز پڑھ چکی تھی۔ سب سے پہلے اس نے دادی کو مبارک باد دی اور ان سے خوب دعائیں لینے کے بعد وہ آہستہ سے چلتی کچن میں آ گئی جہاں سدرہ فریج سے کھیر نکال رہی تھیں۔

"عید مبارک امی!" وہ ماں کے گلے لگ گئی۔

"خیر مبارک چندا تمہیں بھی عید مبارک اللہ پاک ہمیشہ خوش رکھیں" سر پر پیار کرتے دعا دی۔

"ماشاءاللہ بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔" سفید رنگ میں جیسے وہ نکھر سی گئی تھی۔ وہ سب برآمدے میں بیٹھے گفتگو میں مصروف تھے ٹیلی ویژن پر عید کا پروگرام چل رہا تھا تبھی دروازے پر دستک ہوئی سدرہ نے اٹھ کر دروازہ کھولا سامنے عرش سفید کُرتے شلوار میں ملبوس ہاتھ میں کیک لیے کھڑا تھا۔

"السلام علیکم خالہ عید مبارک!" اس نے سدرہ کے سامنے سر جھکایا۔

"وعلیکم السلام بچے خیر مبارک مجھے پتا تھا سب سے پہلے میرا بیٹا ہی عید ملنے آئے گا۔" وہ دونوں ساتھ اندر آئے سویرا سفید آنچل سے ہی چہرہ ڈھانپ چکی تھی۔ سات سال پہلے نعیم صاحب محلے میں آئے تھے اور ان سات سالوں میں اپنے اخلاق اور سادہ طبیعت سے وہ سب کے دلوں میں اپنا مقام بنا چکے تھے۔ عرش کو سدرہ اور نعیم دونوں نے بہت پیار دیا تھا سلمہ جو کہ عرش کی والدہ تھیں ان کے بہت اچھے تعلقات تھے سدرہ کے ساتھ اِسی وجہ سے وہ اُن کی بہت عزت کرتا تھا۔ عرش کو پیدل جگہ جگہ جاتے دیکھ کر نعیم صاحب نے ہی اسے قسطوں پر موٹر سائیکل خرید کر دی تھی۔ جو ایک سال پہلے مکمل عرش کی ملکیت بن چکی تھی۔ دادی سے دعائیں لینے کے بعد وہ نعیم صاحب سے گلے مل رہا تھا جب غیر ارادہ طور پر نظر سویرا کی پشت سے ٹکرائی وہ کمرے میں جا رہی تھی۔ سفید چوڑی دار پاجامہ اور کلیوں والا فراک پہنے سر سفید آنچل سے ڈھکا ہوا تھا۔

"بیٹھو بچے" وہ نعیم صاحب کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا جبکہ سدرہ اس کے لیے کھیر لینے چلی گئیں۔

......☆☆☆......

دوپہر کو نعیم صاحب کے کسی دوست کے والد کا انتقال ہو گیا تھا تو وہ ان کی طرف چلے گئے جبکہ شام ہوتے ہی ان کی طرف مہمان آگئے سدرہ نے سویرا کو آواز دے کر کچن میں بلایا۔

"تمہارے ابا کو چینی کا کہا تھا وہ لائے ہی نہیں ایسا کرو سامنے عدیل یا عرش ہو گا اسے کہو دکان سے چینی لا دیں۔" وہ کمرے میں آکر یاسمین کو فون کرنے لگی لیکن یاسمین فون نہیں اٹھا رہی تھی وہ کچھ سوچتی چادر لے کر باہر نکل آئی۔

سامنے دروازہ کھلا ہوا تھا وہ گھر میں آگئی۔

"آفرین خالہ!" اُس نے آواز دی۔ بائیں جانب سے ہانیہ کی آواز آرہی تھی۔

"سمجھتے کیا ہو تم اپنے آپ کو یہ جو تمہاری اکڑ ہے ناں دو منٹوں میں نکال دوں گی۔' سویرا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ہانیہ بی بی میرا دماغ خراب مت کرو تم جیسو کو تو میں دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ تمہارا لحاظ صرف چچا کی وجہ سے کر رہا ہوں اپنی حد میں رہو۔" عرش کی آنکھوں سے لگ رہا تھا جیسے وہ کچھ دیر پہلے ہی نیند سے جاگا ہے۔

"تم کیا مجھ سے منہ موڑو گے تم تو اپنے آپ کو بھی دیکھنے لائق نہیں ہو دوسروں کی چھت تلے رہتے ہو، صبح سے شام تک باہر دھکے کھاتے پھرتے ہو، قدر کرنے والا تمہارا کوئی ہے نہیں تمہیں اور تمہاری ماں کو ہم نے سہارا دیا تھا۔" ہانیہ سارے لحاظ بھلائے اُس کا ضبط آزما رہی تھی۔

عرش نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"ہانیہ!" سویرا کی تیز آواز پر دونوں نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا۔ عرش تیزی سے باہر نکل گیا اس کا ضبط جواب دے رہا تھا۔

"شرم نہیں آتی تمہیں، یہ کس انداز میں تم عرش سے بات کر رہی تھی عمر کا تو تم نے لحاظ رکھا نہیں اپنے رشتے کا ہی رکھ لیتی۔"وہ شدید تاسف سے اسے دیکھتی بول رہی تھی۔

"تمہیں اس مسئلے میں پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے اپنے کام سے کام رکھو۔"ہانیہ نے بد تمیزی سے کہا۔

"اتنی اونچی اوران مت اُڑوہانیہ کہ تمہارا سانس بند ہو جائے اور تم زمین پر منہ کے بل گر جاؤ۔ابھی بھی وقت ہے سنبھل جاؤ۔"بات مکمل کر کے وہ پلٹ گئی۔گھر آ کر پیسے لیے اور دکان کی جانب بڑھ گئی گلی کے نکڑ میں ہی پرچون کی دکان تھی۔عرش دکان کی سیڑھی پر بیٹھا شدید اضطرابی کیفیت میں تھا۔سویرا کو سامنے سے آتا دیکھ کر اسے خیال آیا یقیناًوہ کچھ کہنے ہی آئی ہو گی وہ فوراً سے اٹھ کر اس کے پاس آیا۔

"مجھے بتادیں کیا منگوانا ہے"سویرا نے ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھا پھر بنا کچھ کہے پیسے اور لسٹ اس کے ہاتھ میں رکھ دی۔

"آپ جائیں میں لے آتا ہوں"وہ پلٹ گئی۔عرش کی نظروں نے تب تک اس کا پیچھا کیا جب تک وہ گھر میں داخل نہیں ہو گئی۔

.....☆☆☆.....

سویرا کا پاؤں پہلے سے بہت بہتر تھا لیکن سر کا درد ایک لمحے اسے چین نہیں لینے دے رہا تھا۔درد کے باعث وہ سونے سے قاصر تھی۔آخر تھک کر وہ اٹھ بیٹھی۔فجر کی اذان ہوئے آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا۔وضو کر کے اس نے نماز ادا کی اور تازہ ہوا لینے چھت پر آ گئی آج عید کا تیسرا دن بھی خیریت سے گزر چکا تھا۔وہ گھر میں ہی رہی تھی رشتے دار کوئی اتنے قریبی تھے نہیں کے وہ کہیں جاتی نعیم صاحب اکلوتی اولاد تھے اور سدرہ کا ایک بھائی تھا جو کہ اسلام آباد میں مقیم تھا

اور ایک بہن امریکہ میں، اِس لیے عید بھی اُس نے یاسمین کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے گزاری تھی وہ الگ بات تھی ہانیہ کی باتیں اس کے دماغ میں گھومتی رہی تھیں۔ کل سب کا بادشاہی مسجد جانے کا ارادہ تھا۔ سویرا قدم قدم چلتی منڈیر کے پاس آگئی دور بادشاہی مسجد کے روشن گنبد نظر آرہے تھے۔ بکھری زلفوں کی طرح پھیلی رات اب سمٹ رہی تھی۔ پہلی تاریخوں کا چاند منظر سے غائب ہو رہا تھا، مِٹتے ستارے آکاش میں نور بکھیر رہے تھے۔ ٹھنڈی سکون بخش ہوا پیغام دے رہی تھی کہ رحمتِ عالم سے جھولیاں بھر لو۔ وہ بادشاہی مسجد کے اوٹ سے نکلتا سورج دیکھنے لگی، پیچھے فاصلے پر عرش بھی اُسی منظر کے سحر میں تھا۔

اندرون لاہور جاگ اٹھا تھا۔ بادشاہی مسجد کے گنبد اور میناروں سے پرندوں کا ایک قافلہ پَر پھیلاتا فلک کی جانب بڑھا اور ایک مدار میں گھومنے لگا یہ منظر دیکھتی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ وہ سر اٹھائے پرواز بھرتے پرندوں کو دیکھنے لگی۔

قدرت کے حسین مناظر ہر تکلیف مٹا دیتے ہیں بس سامنے ہوتی ہے قدرت اور پکار میں ہوتا ہے قادر۔ جب پکار میں ہو قادرِ متعلق تو تب ہوتی ہے سکونِ قلبی کی شروعات اور پھر دل ایمان لے آتا ہے کہ یقیناً انجام آغاز سے بہتر ہو گا۔

.....☆☆☆.....

ابھی اُنھیں آئے ایک گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ گرمی سے سب کی حالت خراب ہونے لگی۔ وہ سب خود تو آئے ہی تھے یاسمین عرش کو بھی زبردستی ساتھ لے آئی تھی۔ سدرہ اور آفرین تو مسجد کے برآمدے میں بیٹھ گئے جبکہ یاسمین اور سویرا باتوں میں مگن مسجد کی اندرونی عمارت دیکھنے میں مشغول تھیں۔ ہانیہ حسبِ معمول فون پر کسی سے بات کرتی ایک جانب چلی گئی۔ عرش شدید اکتاہٹ کا شکار تھا۔ مؤذن کی آواز فضا میں بلند ہوئی تو سب عصر کی نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ مردوں کی الگ اور عورتوں کی الگ صفیں بچھ گئیں۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سب صحن میں اکھٹے ہوئے۔

"توبہ اتنی گرمی ہے۔"ہانیہ دوپٹے کے پلو سے خود کو ہوا دیتے بولی۔سب گرمی سے بے حال ہو رہے تھے۔عرش نے کن انکھیوں سے سویرا کو دیکھا جو سر سے لے کر پاؤں تک ڈھکی ہوئی تھی لیکن مجال ہے جو اس نے ایک بار بھی گرمی کی شکایت کی ہو عرش نے سویرا کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا صحن کے ایک جانب بہت سے کبوتر سکون سے بیٹھے تھے لیکن دو سالہ بچی کھلکھلاتی ان کو پکڑنے کی کوشش میں تھی بچی کے قریب آتے ہی وہ اُڑ جاتے ان کے اُڑنے پر وہ زور سے ہنستی اپنی ماں کی جانب بھاگتی۔عرش مسکرا دیا یقیناً وہ بھی مسکرا رہی تھی۔

وہ سب مسجد سے باہر نکل آئے سیڑھیاں اتر کر دائیں جانب علامہ اقبال کا مزار تھا اور سامنے رنگ برنگے پھولوں سے سجا باغیچہ۔وہ سب واپسی کے لیے چل پڑے گرمی کی وجہ سے کھانے کا ارادہ ملتوی کر کے سب نے ٹھنڈا شیک پینے کا فیصلہ کیا۔

سویرا اپنے دھیان میں چل رہی تھی کہ اچانک آنکھوں کے سامنے اندھیرا آنے سے اس کے پاؤں لڑکھڑا گئے۔وہ رک گئی اور فوراً کسی چیز کا سہارا لیا ارد گرد کی آوازیں بند ہو گئیں کانوں میں سیٹی کی آواز محسوس ہونے لگی۔چند لمحے وہ آنکھیں بند کیے کھڑی رہی دل کی دھڑکن تیز تھی۔اس نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں، ارد گرد بہت سے لوگ تھے اس نے سامنے دیکھا۔سب آگے بڑھتے جا رہے تھے۔اس نے ماں کو آواز دینی چاہی لیکن اُس سے پہلے سویرا نے اس چیز کو دیکھا جس کا اس نے سہارا لیا تھا۔نظریں نیوی بلیو شرٹ سے ہوتیں عرش کے چہرے تک گئیں جس کے چہرے پر پریشانی اور فکرمندی کی لکیریں واضح تھی سویرا نے مضبوطی سے عرش کا بازو پکڑ رکھا تھا۔

"سویرا! آپ ٹھیک ہیں؟"وہ پوچھ رہا تھا۔وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہوئی۔

"معاف کیجئے گا مجھے ایک دم سے چکر آ گیا تھا۔"شرمندگی سے اس کی آواز کانپ گئی۔

"میں خالہ کو آواز دے رہا تھا لیکن شور کے باعث ان تک آواز نہیں گئی۔ آپ ٹھیک ہیں" اِس سے پہلے سویرا کوئی جواب دیتی ایک بچی لکڑی کے بانس پر موتیے کے پھولوں کے گجرے لگائے ان کے پاس آئی۔

"باجی یہ لے لو ہاتھوں میں بڑے پیارے لگیں گے۔" بچی کو دیکھتے سویرا نے اسے پیسے دینا چاہے لیکن اُس کے پاس کھلے پیسے نہیں تھے۔ عرش نے جیب سے پیسے نکال کر بچی کو پکڑائے۔

"ہمیں گجرے نہیں چاہیے۔" سویرا نے بچی کو گجرے اتارتے دیکھا تو فوراً منع کیا۔

"نہیں باجی میں بھیک نہیں لیتی گجرے نہیں لینے تو پیسے بھی مت دو۔"

"اچھا ناراض نہ ہو لاؤ دو۔" بچی گجرے عرش کو پکڑاتی چلی گئی۔ عرش نے گجرے سویرا کی جانب بڑھائے ہی تھے کہ تیزی سے کسی نے اس کے ہاتھ سے گجرے جھپٹ لیے۔

"شکریہ عرش!" ہانیہ نے تیزی سے گجرے اپنے ہاتھوں میں پہن لیے۔ سویرا اور عرش دونوں ہی اُس کی اچانک آمد پر گھبرا گئے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بچی بہت معصوم تھی اس لیے میں گجرے لینے رک گئی میرے پاس کھلے پیسے نہیں تھے اس لیے۔۔۔" سویرا نے بات سنبھالنی چاہی۔

"اتنی وضاحت کیوں دے رہی ہو۔" ہانیہ میسنی مسکراہٹ لبوں پر سجائے بولی۔

"میں وضاحت نہیں دے رہی"۔ سویرا نے سنجیدگی سے کہا۔

"خیر جو بھی ہے، ہم سب سامنے چاٹ کھا رہے ہیں تم دونوں کا جب دل چاہے آ جانا۔" ہانیہ بول کر پلٹ گئی۔ سویرا نے غصے سے اس کی پشت کو دیکھا۔

"معافی چاہتا ہوں اِس کا دماغ خراب ہے۔" عرش کا بس چلتا تو وہ کب کا ہانیہ کا قتل کر چکا ہوتا۔ وہ دونوں دکان کی جانب بڑھ گئے۔

.....☆☆☆.....

روز مرا کے کام شروع ہو چکے تھے اور ساتھ ہی برسات کی آمد بھی ہو چکی تھی۔ آج صبح سے ہی بارش زوروں شور سے برس رہی تھی اور اس کے رکنے کا کوئی امکان بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ بادل کی گرج سے سویرا کی آنکھ کھل گئی کمرے میں اندھیرے کا راج تھا۔ بجلی بند تھی، تیز چلتی ہوا اور گرجتے بادل دل دہلا رہے تھے۔ کسل مندی سے آنکھوں کے در وا کرتے اس نے بائیاں ہاتھ بڑھا کر فون اٹھایا۔ فون کی روشنی سے اس کی آنکھیں چندھیا گئیں چند لمحوں بعد اس نے اسکرین کو دیکھا تاکہ ٹائم دیکھ سکے۔ رات کے تین بج رہے تھے۔ سویرا نے فون واپس رکھ دیا اور خالی الزہنی کی کیفیت میں اندھیرے کو گھورتی رہی وہ رات نو بجے سے سو رہی تھی۔ آج کل وہ زیادہ تر اپنے کمرے میں ہی سوئی پائی جاتی تھی وہ روز آگے داخلے کا ارادہ کرتی لیکن اگلے ہی لمحے رد کر دیتی کہ ایک سال آرام کر لیا جائے اگلے سال داخلہ لے لیا جائے گا۔ بھاری ہوتے سر کے ساتھ وہ سیدھی ہو کر بیٹھی اور بالوں کا ہلکا سا جوڑا بنا کر وضو کے لیے اٹھ گئی۔ کمرے میں گلی میں لگے بلب کی ہلکی روشنی آ رہی تھی۔ وہ کھڑکی کے پاس آگئی نظر نیچے شیڈ میں موٹر سائیکل کے ساتھ کھڑے عرش پر گئی تو اسے جھٹکا لگا وہ رات سے اُدھر کھڑا تھا۔ سویرا نے فوراً فون اٹھا کر یاسمین کا نمبر ملایا۔ گھنٹی مسلسل بج رہی تھی لیکن دوسری جانب کوئی فون نہیں اٹھا رہا تھا۔ فون پلنگ پر پھینکتی سویرا نیچے آئی نعیم صاحب نماز کے لیے اٹھ چکے تھے۔

"السلام علیکم ابا"!

"وعلیکم السلام طبیعت ٹھیک ہے میری رانی کی؟رات کو جلدی کیوں سوگئی۔"نعیم صاحب نے آگے بڑھ کر اسے پیار کیا۔

"جی ابامیں ٹھیک ہوں۔آپ باہر جاکر عرش کو دیکھیں وہ رات سے باہر کھڑے ہیں یاسمین کو فون کر رہی ہوں لیکن وہ فون نہیں اٹھارہی۔"

"اللہ غارت کرے رفیق کو خدا کا خوف نہیں ہے یتیم بچے پر اتنا ظلم، جا نعیم عرش کو اندر لے کر آ،بچہ پوری رات بارش میں بھیگتا رہاہے۔"دادی نے افسوس کیا۔نعیم صاحب تیزی سے باہر کی جانب بڑھ گئے۔

"چابی نہیں دینی تو دیواروں سے تاریں تو ہٹادے دیوار پھلانگ کر ہی بیچارا اندر چلا جائے"سویرا نے جلدی سے باورچی خانے میں آکر چائے اور انڈہ چولہے پر چڑھایا۔ابا عرش کو مہمان خانے میں لے گئے تھے۔

"نعیم کے کپڑے دے کر آئی ہوں نہا کر آتا ہے تو چائے بھجوادینا"سدرہ کے چہرے پر بھی دکھ چھایا ہوا تھا۔

عرش تولیے سے بال رگرتا پلنگ پہ آکر بیٹھا۔اس کی آنکھیں بھاری ہورہی تھیں۔نعیم صاحب سامنے کرسی پر بیٹھے تھے۔

"کوئی دروازہ نہیں کھول رہا تھا تو تم ہمارا دروازہ کھٹکا دیتے یہ نہیں تو مجھے فون ہی کر دیتے۔"انہوں نے ناراضی سے کہا عرش کو بخار محسوس ہورہا تھا۔

وہ تو سویرا نے مجھے آکر بتایا کہ تم باہر کھڑے ہو تب مجھے علم ہوا وہ نہ دیکھتی تو تم تو صبح تک ایسے ہی کھڑے رہتے۔"""

"ابا!"سویرا نے کمرے کے باہر کھڑے ہو کر نعیم صاحب کو پکارا تو وہ اٹھ کر باہر چلے گئے۔عرش فون دیکھنے لگا کہ آیا چل رہا ہے یا بھیگنے کے باعث ناکارہ ہوچکا ہے۔نعیم صاحب نے ٹرے اس کے سامنے رکھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اِس سب کی کیا ضرورت تھی۔" اُبلا ہوا انڈہ، چائے اور بخار کی دوائی دیکھتے اس نے نعیم صاحب کو کہا۔

"بالکل ضرورت تھی یہ تمہارا اپنا ہی گھر ہے آرام سے چائے پی کر سو جاؤ۔ میں نماز پڑھ لوں۔" وہ دروازہ بند کرتے چلے گئے تو عرش کمر تکیے سے لگا کر لیٹ گیا۔ جسم درد کرنے لگا تھا۔ اس نے چائے کے مگ کو دیکھا۔

"سویرا نے مجھے آ کر بتایا کہ تم باہر کھڑے ہو تب مجھے علم ہوا" کچھ دیر پہلے کہی گئی نعیم صاحب کی بات سماعت میں گونجی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر مگ اٹھالیا۔ اوپر کمرے میں سویرا نماز پڑھ کر میز کے پاس آ گئی اور کتابوں کے ساتھ رکھی فائل اٹھا کر دیکھنے لگی۔ اس نے کچھ کاغذات کی تصویریں بنائیں اور ان کے ساتھ پیغام لکھ کر ایک نمبر پر تصویریں بھیج دیں۔ باہر روشنی چھانے لگی تھی۔ رم جھم ابھی بھی برس رہی تھی۔

.....☆☆☆.....

عرش کی اجازت ملتے ہی یاسمین کمرے میں داخل ہوئی۔

"آپ اٹھ کیوں گئے؟" یاسمین نے آگے بڑھ کر اسے چائے تھمائی۔ وہ گیلے بال سنوار رہا تھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مسلسل لیٹے رہنے سے میری کمر دکھ گئی ہے اتنے آرام کی عادت نہیں ہے مجھے۔" اس نے مگ لبوں سے لگایا۔

"شام کو شرافت سے کتابیں لے کر آ جانا اگلے ہفتے تمہارے امتحانات شروع ہو رہے ہیں۔" یاسمین نے اثبات میں سر ہلا کر ہاتھ اس کے سامنے کیا۔

"یہ لیں اِسے اپنے پاس رکھیں۔" یاسمین نے گھر کی چابی اس کے حوالے کی۔

"چچی تم پر غصہ کریں گی۔"

"کرتی رہیں مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" بول کر وہ باہر چلی گئی تو عرش گھر سے باہر نکل آیا وہ پہلے سے تازہ دم لگ رہا تھا۔ آج اتوار کا دن تھا گلی میں خوب رونق کا سماں تھا۔ وہ گیٹ کے ساتھ کھڑا بچوں کو دیکھنے لگا پاس سے جاتے شناسا لوگوں کو سلام بھی کر لیتا۔ اس نے چائے کا گھونٹ لیا۔

"عرش بھائی کہانی سنا دیں۔" چھوٹی بچیاں جو ساتھ گھر کی سیڑھی پر بیٹھیں اپنی گڑیاں سے کھیل رہی تھیں اس سے فرمائش کرنے لگیں۔ کرکٹ کھیلتے بچے بھی ان کی جانب متوجہ ہو گئے۔

"سنائیں ناں عرش بھائی۔" وہ بوکھلا گیا۔ اندر صحن میں جھاڑو لگاتی سویرا تک با آسانی آواز جا رہی تھی وہ بچوں کی فرمائش سن کر ہنس دی۔

"مجھے کوئی کہانی نہیں آتی۔" عرش نے جان چھڑائی۔

"آپ اتنے زیادہ بڑے ہو گئے ہیں پھر بھی آپ کو کہانی نہیں آتی۔" بچی کی بات پر باقی سب ہنسنے لگے۔

"سنائیں عرش بھائی۔" وہ سب ضد کرنے لگے۔

"اچھا اچھا سنا رہا ہوں۔" عرش نے دماغ پر زور ڈالنا چاہا اب انگلش لٹریچر پڑھنے والا بچوں کو کیا کہانی سنائے۔

"ایک شہزادہ تھا۔" بچے اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

"ایک شہزادی تھی۔" وہ رک گیا جب کافی دیر تک وہ کچھ نہ بولا تو ایک بچہ بول اٹھا۔

"آگے کیا ہوا؟"

"آگے کیا ہونا ہے وہ ہنسی خوشی اپنے گھر میں رہنے لگے۔" بچے چیخ اٹھے جبکہ سویرا ہنسنے لگی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

.....☆☆☆.....

عصر کی نماز کے بعد وہ چھت پر آ گیا۔ فلک بادلوں کے گھیرے میں تھا۔ رات تک بارش کے امکانات تھے۔ یاسمین کتابیں لے کر اس کے پاس آ گئی۔ عرش اکثر اس کی پڑھائی میں مدد کر دیتا تھا۔ باقی گھر والے نیچے ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھے۔ عرش کتاب کھولتا یاسمین کو سبق سمجھانے لگا۔

"اِس کو پڑھو، کوئی سوال ہوا تو پوچھ لینا۔" کتاب اس کے حوالے کر تا وہ اٹھ گیا۔

ارد گرد چھتوں پر بچے پتنگ اُڑا رہے تھے۔ وہ چلتا دیوار کے پاس آ گیا۔ نیچے دیکھنے سے سامنے نعیم صاحب کا صحن نظر آتا تھا وہ مہمانوں سے مل رہے تھے عرش نے پہلے کبھی اُن لوگوں کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ پلٹ کر یاسمین کے پاس آ گیا۔ ہوا تیز ہو رہی تھی۔

"خالہ کی طرف کون لوگ آئے ہیں؟" اس نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"چچا کے کوئی دوست ہیں انہوں نے سویرا کا رشتہ مانگا تھا شاید اُسی سلسلے میں وہ لوگ بات کرنے آئے ہیں۔ سویرا نے ذکر کیا تھا۔" بادل زور سے گرجے۔ ساتھ ہی ہر طرف مٹی اُڑنے لگی تھی۔

"عرش بھائی نیچے چلیں آندھی آ رہی ہے۔" یاسمین کتابیں اٹھاتی نیچے بھاگی۔ جھکڑ سے ارد گرد چیزیں گرنے کی آوازیں آ رہی تھیں مٹی عرش کی آنکھوں میں گئی تو اس نے زور سے آنکھیں میچ لیں۔

.....☆☆☆.....

بالوں کی چوٹی بنا کر وہ پلنگ پر آ کر لیٹ گئی طبیعت میں عجیب سی بے چینی تھی۔ وہ ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی تھی سدرہ اور نعیم کو لڑکا پسند تھا وہ دونوں مطمئن بھی تھے۔ دادی کو بھی کوئی خامی نہیں لگی لیکن نا جانے وہ کیوں مطمئن نہیں

تھی۔ آج کل ویسے ہی طبیعت میں بوجھل پن رہنے لگا تھا وہ جھنجھلا کر اٹھی اور کمرے کا بلب بجھا کر باہر بالکنی میں آگئی۔ چودھویں کا چاند آسمان پر پوری تابندگی سے روشن تھا۔ وہ کبھی بادلوں کی اوٹ میں چھپ جاتا تو کبھی ان کے پیچھے سے جھانکنے لگتا۔ بادل گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ وہ ڈوپٹہ سر پر جماتی سورہ یاسین دل میں دہرانے لگی وہ حافظہ تھی جب بھی بے چین ہوتی قرآن کو یاد کرنے لگتی۔۔۔ دائیں بائیں چہل قدمی کرتے وہ اپنے دھیان میں تھی کہ موٹر سائیکل کی آواز پر چونکی۔۔

"آج تو چھٹی تھی پھر عرش اتنی رات تک کہاں تھے۔" موٹر سائیکل سے اتر کر اس نے چابی دروازے پر لگانی چاہی کہ دروازہ پہلے ہی کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والی ہانیہ تھی عرش اسے نظر انداز کرتا موٹر سائیکل صحن میں کھڑی کرنے لگا۔ سویرا اوپر سے اُنھیں ہی دیکھ رہی تھی۔ عرش کے تیور بگڑے ہوئے تھے اِس سے پہلے وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھتا ہانیہ نے مسکراتے ہوئے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"لاڈ صاحب کا موڈ کیوں بگڑا ہوا ہے۔"

"ہاتھ پیچھے کرو۔" چہرے کی سختی میں اضافہ ہوا۔

"نہ کروں تو۔۔" اس کا یہ کہنا تھا عرش نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ایک کڑاکے دار تھپڑ اس کے منہ پر رسید کر دیا۔۔۔ سویرا نے حیرت سے منہ پر ہاتھ رکھا۔ ہانیہ تھپڑ کی وجہ سے لڑکھڑا کر زمین پر گری تھی۔

"ہزار بار کہہ چکا ہوں مجھ سے دور رہا کرو اپنی نہیں تو اپنے ماں باپ کی عزت کا ہی خیال کر لیا کرو۔ یہ تھپڑ مجھے بہت پہلے تمہیں مارنا چاہیے تھا" وہ چیخ کر بول رہا تھا۔ ہانیہ حیرت اور صدمے سے اسے دیکھنے لگی کسی نے عرش کو اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا۔ اگلے ہی لمحے وہ چلانے لگی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"امی!!!ابو!!!"اس کے چلانے سے سب نیند سے جاگ کر صحن میں آ گئے۔

"ہائے!!ہانیہ تجھے کیا ہو گیا۔" آفرین نے اسے نیچے گرے دیکھا تو حیران ہوئی۔

"ابو عرش میرے ساتھ زبردستی کر رہا تھا۔۔"بول کر وہ اونچا اونچا رونے لگی۔یاسمین اور آفرین نے صدمے سے عرش کو دیکھا جس کے چہرے کا رنگ اُڑ چکا تھا۔

"جھوٹی مکار عورت۔۔!"اس نے اپنے چچا کو دیکھا۔

"یہ جھوٹ بول رہی ہے چچا میں نے کچھ نہیں کیا۔۔۔لعنت ہو تم پر ہانیہ۔"وہ تیش میں ہانیہ کی جانب بڑھا جو آفرین کے ساتھ لگی رو رہی تھی۔رفیق نے آگے بڑھ کر زوردار تھپڑ عرش کے چہرے پر لگایا۔

"دور رہو میری بچی سے۔۔"

چچا یہ جھوٹ بول رہی ہے میں نے کچھ نہیں کیا۔"سویرا کے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے۔

"یا اللہ اتنا بڑا بہتان۔۔"اس کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ کیا کرے۔

"بکواس بند کرو۔۔"عدیل نے آگے بڑھ کر عرش کا گریبان جکڑ لیا۔

"یہ جھوٹ بول رہی ہے مجھ پر بہتان لگا رہی ہے۔۔۔ہانیہ اللہ کے قہر سے ڈرو۔۔۔"وہ چلا کر بولا۔

سویرا بنا کچھ سوچے تیزی سے نیچے آئی۔نعیم صاحب شام کو کام کے سلسلے میں کراچی گئے تھے۔صحن میں سوتی دادی اور سدرہ دروازہ کھلنے کی آواز پر جاگ گئیں۔

"سویرا کہاں جا رہی ہو۔"دادی نے پوچھا لیکن وہ بنا کوئی جواب دیے باہر نکل گئی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یاسمین دروازہ کھولو۔"وہ زور سے دستک دینے لگی۔اچانک بجلی چلی گئی پورے محلے میں اندھیرا چھا گیا۔یاسمین نے دروازہ کھول دیا تھا۔

"سویرا۔۔"وہ اسے پیچھے ہٹاتی آگے بڑھی سدرہ بھی بوکھلائی ہوئی سے وہاں آ گئیں تھیں۔

"یہ جھوٹ بول رہی ہے چچا مجھ پر بہتان لگا رہی ہے میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔۔"

"میں تو شروع دن سے کہہ رہی تھی اِسے گھر سے نکالو۔۔۔۔ہائے ہمیں کیا پتا تھا یہ درندہ نکلے گا۔۔۔اللہ برباد کرے تجھے عرش۔۔"آفرین کی آہیں زور و شور سے جاری تھیں۔

"یہ جھوٹ بول رہی ہے میں نے کچھ نہیں کیا۔۔"عدیل جو عرش کا گریبان جکڑے کھڑا تھا سویرا نے جھٹکے سے اُسے پیچھے کیا۔

"بکواس کر رہی ہے ہانیہ بہتان لگا رہی ہے عرش پر۔۔"اس کے چلا کر کہنے پر سب اس کی جانب متوجہ ہوئے عرش نے حیرت سے اپنے آگے کھڑی سویرا کو دیکھا اندھیرا چار سو پھیلا ہوا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے پہلے ہانیہ نے عرش کا بازو پکڑا تھا۔ہانیہ کی بدتمیزی پر عرش نے اس پر ہاتھ اٹھایا ہے۔"سویرا کی بات پر یاسمین نے عرش کو دیکھا جو بالکل خاموش کھڑا تھا۔

"سویرا یہ ہمارے گھر کا مسئلہ ہے تم اپنے گھر جاؤ۔۔"آفرین کے کہنے پر وہ آگے آئی اور ہانیہ کو کھینچ کر سامنے کیا۔

"یہ ایک بے گناہ کے کردار کا معاملہ ہے اُس کی عزت کا سوال ہے میں خاموش نہیں رہوں گی۔"اس نے ہانیہ کا بازو پکڑا۔ صحن روشن ہو گیا۔عرش کی نظریں سویرا کے آنچل سے ڈھکے سر پر ٹکی تھیں اور سویرا کا رخ ہانیہ کی جانب تھا۔

"سچ بولو ہانیہ بتاؤ سب کو سچ کیا ہے۔۔"

"لڑکی ہو کر تم ایسا کیسے کہہ سکتی ہو، ٹھیک ہے تمہارے عرش کے ساتھ تعلقات ہیں لیکن تم اُسے بچانے کے لیے مجھے جھوٹا کیسے کہہ سکتی ہو۔۔"اس کی آنکھیں حیرانگی سے پھیل گئیں۔

"بکواس بند کرو!"عرش تیزی سے آگے آیا اگر بروقت عدیل اسے نہ پکڑتا تو ایک زوردار تھپڑ ہانیہ کے چہرے پر رسید ہو چکا ہوتا۔

"خدا کی لعنت ہو تم پر ہانیہ۔۔۔۔!!"وہ چلا کر بولا۔

"خالہ !سویرا کو یہاں سے لے کر جائیں۔۔"اس نے سدرہ کو کہا۔

"چچا!ہانیہ جھوٹ بول رہی ہے عرش نے کچھ نہیں کیا۔"سویرا روتے ہوئے رفیق کو بولنے لگی جو غصے سے آگ بگولا ہو رہے تھے۔

"سویرا آپ جائیں !خدا کا واسطہ ہے جائیں۔۔خالہ سویرا کو یہاں سے لیکر جائیں"عرش بے بسی کی انتہا پر تھا۔

"خدا تمہیں غارت کرے ہانیہ۔۔"سدرہ آگے بڑھ کر سویرا کا ہاتھ پکڑے باہر نکل گئیں۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

بارش برسنے لگی تھی۔۔۔۔

"ابھی اِسی وقت یہاں سے دفعہ ہو جاؤ اور آئندہ اپنی شکل بھی مت دکھانا، زلیل انسان میں نے تمہیں رہنے کے لیے چھت دی اور تم نے میری ہی عزت پر ہاتھ ڈالنا چاہا اچھا ہوتا تم بھی اپنی ماں کے ساتھ مر جاتے۔۔۔دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔۔"غصے سے بولتے وہ کمرے میں چلے گئے باقی سب بھی وہاں سے جا چکے تھے۔عرش کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اس نے سامنے یاسمین کو روتے دیکھا اور پھر تیزی سے کمرے سے سامان اٹھانے چلا گیا۔

سویرا گھر آتے ہی سیدھا اپنے کمرے میں آئی دروازہ بند کرتے وہ میز پر پڑی ڈائری پر کچھ لکھنے لگی۔ اس نے ایک چھوٹا بیگ نکال کر اس میں ڈائری، فائل اور ایک لفافہ رکھا اور پھر

چادر لیتی بالکنی میں کھڑی ہوگئی بارش کے باعث بجلی بار بار جا رہی تھی۔ پوری گلی اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی تبھی اس نے دیکھا عرش گھر سے باہر نکل رہا تھا پورا محلہ نیند کے آغوش میں تھا۔ وہ تیز قدموں کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا تبھی اپنے نام کی پکار پر ٹھہر گیا۔

"عرش!"

"آپ کیوں آئی ہیں۔۔" وہ بنا پلٹے بولا۔ سویرا گھوم کر اس کے سامنے آئی۔ دونوں بارش میں بھیگ رہے تھے۔ عرش نے سر نہیں اٹھایا تھا جبکہ سویرا نے چہرہ چادر سے چھپا رکھا تھا۔

"یہ رکھ لیں۔۔۔ بنا کوئی سوال کیے بنا انکار کیے۔۔۔ آپ کو آپ کی محبوب چیز کا واسطہ ہے عرش یہ لے لیں۔۔" وہ رو رہی تھی اس نے عرش کو کچھ کہنے کا موقع دیا ہی نہیں تھا۔ عرش نے آہستہ سے بیگ پکڑ لیا۔

"یہاں سے بہت دور چلیں جائیں اتنا دور کہ یہاں کی ساری تلخ یادیں ساری تکلیفیں دھندلا جائیں، کبھی یہاں مت آیئے گا اور نہ ہی کبھی یہ سوچیے گا کہ آپ کے ساتھ غلط ہوا ہے اللہ آپ پر لگا الزام مٹا دیں گے میں آپ کے لیے بہت دعا کروں گی۔۔" وہ واپس گھر کی جانب بڑھ گئی اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا چند قدموں کا فاصلہ طے کر کے وہ ٹھہر گئی۔ بجلی آگئی تھی بارش میں بھیگتی سڑک روشن ہوگئی۔ عرش کی نظریں سویرا پر تھیں۔ اس نے پلٹ کر عرش کی آنکھوں میں دیکھا۔ بادل زور سے گرجے بارش میں تیزی آگئی دونوں کی نظریں دھندلا گئیں۔

'عرش! میں آپ کو اپنے اللہ کے امان میں دیتی ہوں۔ فی امان اللہ۔۔" وہ چلی گئی لیکن عرش اس کی بھیگی آنکھوں کو دیکھتے ٹھہر گیا تھا۔ وہ منظر سے تو غائب ہو چکی تھی لیکن درحقیقت وہ اس کے دل میں قید ہو گئی تھی۔

.....☆☆☆.....

وقت گزرتا جا رہا تھا وہ جائے نماز پہ بیٹھی روتے ہوئے دعا میں مشغول تھی۔ دماغ میں ابھرتے خوفناک خیالات اسے بری طرح ڈرا رہے تھے کہ عرش کوئی انتہائی قدم ہی نہ اٹھا لے۔

اللہ مجھ سے جتنا ہو سکا میں نے کیا ہے اللہ آپ طاقت سے بڑھ کر نہیں آزماتے آپ عرش کو سنبھال لیں۔۔۔""

دو گھنٹے سے مسلسل چل چل کر اب وہ بس سٹاپ پر شیڈ کے نیچے آ کر بینچ پر بیٹھ گیا تھا۔ دماغ کی نسیں پھٹتی محسوس ہو رہی تھیں۔ آنکھیں خشک اور ویران تھیں۔

"اچھا ہوتا تم بھی اپنی ماں کے ساتھ مر جاتے۔۔۔" سر اٹھا کر سرمئی بادلوں میں گھرے آسمان کو دیکھتا وہ قدم قدم چلتا بیچ سڑک پر آ گیا۔ بارش رک چکی تھی۔ سرمئی ویران سڑک پر وہ تنہا کھڑا تھا۔ آکاش کو تکتی آنکھوں میں کرب کی کرچیاں نمایا ہوئیں۔

"اماں!" صدا میں لڑکھڑاہٹ تھی۔

"میرے بغیر کہیں نہیں جاتی تھی پھر مجھے یہاں تنہا چھوڑ کر کیوں چلی گئی۔۔" نظریں ہنوز آسمان پر ٹکائے وہ چیخ کر بولا۔

"ہمیشہ کہتی رہی اللہ تجھ سے زیادہ مجھ سے پیار کرتا ہے یہ کیسا پیار ہے اماں۔۔۔۔ دیکھ اُس کا پیار تیرے بیٹے کو کہاں لے آیا۔۔۔" اس نے دونوں ہتھیلیاں پھیلائیں۔ آنکھوں سے گرم قطرے ایک تواتر سے بہتے جا رہے تھے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ساری زندگی تو نے مجھے دوسروں کی عزت کرنا سکھائی، دیکھ اماں آج مجھ پر عزت لوٹنے کا الزام لگ گیا۔۔۔۔" وہ سسکنے لگا۔

"اماں تو جانتی ہے نہ میں تیرا کہا نہیں بھولتا۔۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔" وہ گھٹنوں کے بل زمین پر ڈھے سا گیا۔

تبھی مسجد سے اذان کی صدا بلند ہوئی۔ ساتھ ہی مسجد تھی اذان کا ہر لفظ اس کی روح میں اترنے لگا۔ مولوی صاحب کے خاموش ہوتے، وہ چند لمحے زمین کو گھورتا رہا پھر سامان اٹھا کر مسجد کی جانب بڑھ گیا۔

فجر کی نماز پڑھ کر وہ مسجد کے برآمدے میں آ گیا۔ نمازی جا چکے تھے نیا دن شروع ہو چکا تھا۔

"پُتر کوئی پریشانی ہے؟" مولوی صاحب نے استفسار کیا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"ناشتہ کرو گے؟" مولوی صاحب بزرگ آدمی تھے۔

"نہیں میں چلتا ہوں۔" وہ سامان اٹھانے لگا تھا جب مولوی صاحب نے اُسے روک دیا۔

"بیٹھے رہو میں نے چائے منگوائی ہے پی کر جانا۔" وہ اسے بیٹھنے کا کہہ کر صحن میں چڑیوں کے لیے دانا ڈالنے لگے۔ اس نے سامان ایک طرف کرنا چاہا تھا تبھی اس کی نظر سویرا کے دیے گئے سامان پر گئی۔ اس نے بیگ اٹھا کر کھولا سب سے اوپر ڈائری تھی۔ اس نے ڈائری نکال کر کھولی۔

"عرش کبھی بھی مایوس مت ہوئیے گا۔ آپ یہی سوچ رہے ہوں گے میں کون ہوتی ہوں آپ کے معاملات میں دخل اندازی کرنے والی لیکن عرش میں اپنے آپ کو کبھی بھی آپ کی فکر سے آزاد نہیں کر سکی۔ بہت دفعہ مجھے آپ پر غصہ بھی آیا کہ کیوں آپ کچھ نہیں کرتے کیوں آپ نے زندگی جینا چھوڑ کر خود کو حالات کے حوالے کر دیا ہے۔۔ عرش ہاتھ دھر کر نہیں بیٹھ جاتے زندگی مشکل ہوتی ہے لیکن اُن مشکلات کا ڈٹ کر سامنا کرتے ہیں سب غلط ہو رہا ہو تب

بھی یہ یقین رکھیں ایک دن سب ٹھیک ہو جائے گا۔میں آپ کو ایک بات بتاتی ہوں آپ تو بہت خوش قسمت ہیں، جانتے ہیں کیوں، کیونکہ اللہ کو آپ سے ہم سب سے زیادہ پیار ہے۔"عرش کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"رب سوہنے کو تجھ سے زیادہ پیار ہے"ماں کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

"اللہ جس سے پیار کرتے ہیں اُسے آزمائشوں سے گزارتے ہیں تاکہ وہ انسان اس کے قریب ہو جائے اللہ صبر کا امتحان لیتے ہیں۔عرش صبر کی طاقت سے رب ملتا ہے۔وہ جسے اپنے قریب کرنا چاہتے ہیں اسے تکلیف اور آزمائش میں مبتلا کر دیتے ہیں وہ آپ کو بھی اپنے لیے خالص کر رہے ہیں یقین رکھیں وہ آپ کو انعام سے ضرور نوازیں گیں،وہ آپ کے زخمی دل پر مرہم ضرور رکھیں گیں، آپ دیکھیئے گا سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔"عرش نے ہاتھ اٹھا کر گال صاف کیا۔اس نے صفحہ پلٹا۔

"آپ اسلام آباد چلے جائیں۔میں نے پچھلے ہفتے یاسمین سے آپ کی سی وی منگوائی تھی اسلام آباد میں میرے ماموں رہتے ہیں میں نے آپ کی سی وی انہیں بھیج دی تھی۔معافی چاہتی ہوں آپ سے پوچھے بغیر یہ سب کیا لیکن میں نے بس ان سے بات کی تھی، میں نے یاسمین کو کہا تھا جب آپ کے لیے ماموں کا جواب آئے گا تب وہ آپ کو بتا دے۔ماموں کے کسی جاننے والے کی طرف سے آپ کے لیے کال آئی ہے۔کارڈ اور ایڈریس آ گے ہے۔آپ اسلام آباد جاتے ہی ان سے رابطہ کریں۔یہ مت سمجھیے گا میں نے آپ پر کوئی احسان کیا ہے بالکل نہیں، میں نے صرف ایک کوشش کی ہے وہ کوشش جس کا حکم میرے اللہ نے بھی دیا ہے کہ دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرو۔اپنا خیال رکھیے گا۔ہانیہ کی باتوں سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا میرا اللہ جانتا ہے میں کیسی ہوں، آپ بھی سب بھول کر نئی زندگی شروع کریں جب اللہ جانتا ہے کہ آپ سچے ہیں آپ کا کردار صاف ہے تو کس بات کی پریشانی ہے۔لوگ کچھ نہیں بگاڑ

سکتے آپ مطمئن رہیں۔"عرش نے کارڈ دیکھ کر ڈائری بند کر دی۔بے چینی، تکلیف کچھ بھی اس کا دل محسوس نہیں کر رہا تھا اُسے سب کچھ ٹھیک لگ رہا تھا اس نے ڈائری پر ہاتھ پھیرا۔

"کیا کسی کے الفاظ دل کو اتنا پر سکون کر سکتے ہیں کیا الفظ بھی مرہم بنتے ہیں۔"اس نے سکون سے چائے پی کر الماری میں رکھا قرآن اٹھایا اور ایک گھنٹہ تلاوت کر کے سامان اٹھاتا اسلام آباد جانے کے لیے نکل پڑا۔اس نے اللہ پر بھروسہ کر لیا تھا جو ہو گیا تھا اسے بھول کر آگے بڑھنا تھا جب وہ اور اس کا اللہ جانتا ہے کہ وہ سچا ہے تو اور کیا چاہیے۔اس کا یقین اللہ تھا اِس لیے کامیابی اب یقینی طور پر اس کی تھی۔ایک نیا سفر اس کا منتظر تھا۔

....

دوپہر کے بارہ بجے وہ اسلام آباد پہنچا تھا۔پاس ہی ایک ریسٹورنٹ سے کھانا کھا کر اس نے ہوٹل میں کمرہ لے کر تیزی سے اپنی حالت درست کی۔ہوٹل سے کالج تک آدھے گھنٹے کا فاصلہ تھا۔اچھے سے تیار ہو کر اس نے اپنی فائل اٹھائی اور کالج کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ٹھیک آدھے گھنٹے بعد وہ کالج کی عمارت کے باہر کھڑا تھا۔

گارڈ اسے ایڈمن آفس میں لے آیا جہاں جان پہچان کے بعد اسے انتظار کرنے کا کہا گیا تھا۔

وہ مضطرب سا صوفے پر بیٹھا ارد گرد کا جائزہ لے رہا تھا عمارت بہت ہی شاندار اور خوبصورت تھی۔کچھ دیر بعد پرنسپل صاحب نے اسے اپنے دفتر میں بلایا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔۔سلام کرتے اس نے اپنی نشست سنبھالی۔

"عرش خلیل!"پرنسپل اُس کی سی وی کا جائزہ لے رہے تھے۔

"آپ کی سی وی میں دیکھ چکا تھا۔"وہ اپنا چشمہ اتارتے سیدھے ہو کر بیٹھے۔

"دیکھو بچے بات یہ ہے کہ آپ کے گریڈ اور نمبر تو بہت اچھے ہیں لیکن اس شعبہ میں آپ کو تجربہ نہیں ہے۔"عرش نے سر ہلایا۔

"لیکن گھبراو نہیں اتنی بھی کوئی پریشانی والی بات نہیں ہے۔" عرش ان کو مسکراتا دیکھ کر مسکرا دیا وہ کافی ہنس مکھ طبیعت کے معلوم ہو رہے تھے۔

"شبیر صاحب جو کہ انگلش کے استاد تھے وہ کچھ دن پہلے ہی صحت کی خرابی کی وجہ سے نوکری چھوڑ گئے ہیں میں بہت پریشان تھا ساتھ ہی آپ کی سی وی آگئی سچ بتاؤں تو آپ کا آنا میرے لیے کسی انعام سے کم نہیں ہے۔ میری تو پریشانی حل

ہو گئی اتنی جلدی نیا استاد ڈھونڈنا بڑا مشکل تھا۔" عرش نرم تاثر لیے انہیں سن رہا تھا۔

"یہاں کب آئے؟" فائل بند کرتے استفسار کیا۔

"صبح ہی پہنچا ہوں۔" انہوں نے سر ہلایا۔

"بات یہ ہے کہ دو تین دن آپ کا ڈیمو لیا جائے گا پھر پینل آپ کا فائنل انٹرویو لے گا۔" عرش بغور ان کی جانب متوجہ تھا۔ انہوں نے فائل بند کرتے سر اٹھایا۔

"آپ کالج کا ویزٹ کر لیں۔" دو تین باتیں کر کے عرش اٹھ گیا۔ گارڈ اُسے پورا کالج دکھا رہا تھا۔ وہ واپس ایڈمن آفس کی جانب آرہے تھے جب ایک کلاس کے باہر دو لڑکے اُٹھک بیٹھک کرتے نظر آئے عرش نے ان کے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا یقیناً وہ ان کی ٹیچر تھی جو ہاتھ باندھے غصے سے ان سے پوچھ رہی تھی۔

"نیوٹن کے کتنے قانون ہیں؟" دونوں نے ایک ساتھ کہا تین۔

"اب یہ بھولنے نہیں چاہیے جاؤ کلاس میں۔" وہ دونوں کلاس میں چلے گئے تو وہ پلٹی۔ مہرون سوٹ میں ملبوس سنہرے بالوں کی اونچی پونی بنائے اس کی نظریں عرش سے ٹکرائیں۔ عرش گارڈ کے ساتھ چلتا اس کے پاس سے ہوتا آگے جانے لگا تھا جب لڑکی نے گارڈ کو روک لیا۔

"امجد صاحب!" اس نے اشارے سے گارڈ سے عرش کے بارے میں استفسار کیا۔

”میم یہ شبیر صاحب کی جگہ نئے استاد آئے ہیں۔“لڑکی سر ہلاتی عرش کے سامنے آئی۔

”میرا نام اقصی ہے میں فزکس پڑھاتی ہوں۔“سلام کے بعد اس نے اپنا تعارف کروایا۔

”عرش خلیل!“وہ کلاس میں چلی گئی اور وہ واپسی کے لیے بڑھ گیا۔

”میں چلتا ہوں سر! ان شاء اللہ کل ملاقات ہوتی ہے۔“وہ مصافحہ کرتا سیدھا ہوا۔

”کہاں ٹھہرے ہو؟“عمران صاحب نے دراز میں سے کارڈ نکالتے استفسار کیا۔

”سر ابھی تو ہوٹل میں رکا ہوں۔“

”یہ لو اِس پر علی کا نمبر لکھا ہے پاس ہی اُس کا ہاسٹل ہے، علی سے رابطہ کر لو رہائش قریب ہو گی تو آنے جانے میں بھی کوئی خرچہ نہیں ہو گا، باقی اس سے مل کر تسلی کر لو۔“

عرش شکریہ ادا کرتا باہر نکل آیا۔اس کی آنکھیں خوشی اور شکر سے نم ہونے لگیں۔اللہ کس قدر مہربان ہے ۔کالج کے ساتھ ہی مسجد تھی اُس نے ظہر کی نماز ادا کرتے اللہ کا شکر ادا کیا اور ہاسٹل کی جانب چل پڑا۔ہر پریشانی حل ہوتی چلی جا رہی تھی کسی کی مسلسل کی جانے والی دعائیں رنگ لا رہی تھیں۔

ایک گھنٹے تک اس کی رہائش کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔وہ جا کر ہوٹل سے اپنا سامان لے آیا تھا۔اس کو ضرار نامی لڑکے کے ساتھ کمرہ ملا تھا جو کہ یونیورسٹی کا اسٹوڈنٹ تھا۔عرش نہا کر ہلکی ٹی شرٹ اور ٹراؤزر پہن کر پلنگ پر آکر لیٹ گیا۔جسم تھکن کے باعث دکھ رہا تھا۔آج کے مصروفیت بھرے دن میں کل کی ساری تلخ یادیں ذہن سے زائل ہو چکی تھیں۔وہ آنکھوں میں ہاتھ رکھے لیٹا تھا جب کمرے کا دروازہ کھل کر بند ہوا اور ساتھ ہی کمرہ روشن ہو گیا۔وہ آنکھوں سے ہاتھ ہٹاتا اٹھ کر بیٹھا۔کم عمر لڑکا کندھے پر لٹکے بیگ کو اپنے پلنگ پر پھینکتا جوتے اتار رہا تھا۔

”اسلام علیکم بھائی ابھی علی بھائی نے بتایا میری تنہائی کا ساتھی آیا ہے تو جذبات میں بھاگ کر آیا ہوں معافی چاہتا ہوں آپ کی نیند خراب کر دی۔“وہ جگ سے پانی نکالتا اب عرش کی جانب متوجہ ہوا۔

"کوئی بات نہیں ویسے جذبات میں کیوں؟" عرش کمر تکیے سے لگاتا نیم دراز ہو گیا۔

"میرا مطلب تھا مجھے ذرا جلدی تھی دیکھنے کی کہ آیا کیسا لڑکا میرے ساتھ کمرہ بانٹے گا دیکھنے میں تو آپ اچھے تمیز دار ہی لگ رہے ہیں کوئی گندگی وغیرہ بھی ابھی تک دکھائی نہیں دے رہی۔" عرش مسکرا دیا۔ کچھ دیر دونوں بات چیت کرتے رہے دونوں نے ایک دوسرے کو تھوڑا بہت اپنے بارے میں بتایا۔ الماری سے کپڑے نکالتا وہ عرش کی جانب پلٹا۔

"کھانا لگنے والا ہے جلدی سے اٹھ جائیں، میں کپڑے بدل کر آتا ہوں پھر دونوں ساتھ چلتے ہیں۔" وہ باتھ روم میں گھس گیا جبکہ عرش چادر ہٹاتا اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کھانا نیچے ہال میں سب مل کر کھاتے تھے۔ عرش کو ہاسٹل پسند آیا تھا اور اُس سے بھی زیادہ خوش مزاج ساضرار اسے اچھا لگا تھا۔

......*...*...*

زندگی ایک ڈگر پر چلنے لگی تھی صبح کالج، شام کو اکیڈمی، مصروفیت بھرے دن میں ایک رات کا پہر ہی تھا جب وہ بالکنی میں کھڑا آسمان کو تکتا ماضی میں کھو جاتا تھا۔ آسمان کو دیکھتے اسے کیا کیا یاد نہیں آتا تھا، اپنا شہر، بادشاہی مسجد، گلی میں کھیلتے بچے اور وہ دو نین جو اُس کے رگ و جاں میں سما گئے تھے۔ اس نے آنکھیں موند لیں۔

"عرش میں آپ کو اپنے اللہ کے امان میں دیتی ہوں۔" دھیمی لرزتی آواز ہر وقت اس کی سماعتوں میں گونجتی رہتی تھی۔ اس نے آہستہ سے آنکھوں کے دَر وا کیے۔ درد کا ایک جہاں ان آنکھوں کے سمندر میں ہچکولے کھا رہا تھا۔

"سویرا" دل نے اسے پکارا تھا۔ وہ اس کے لیے اتنی معتبر تھی کہ وہ اُسے سوچنے کی بھی غلطی نہیں کرتا تھا لیکن ناجانے آج کیوں دل اتنا بے قرار ہو رہا تھا۔ پورا ایک سال ہو گیا تھا اسے لاہور شہر چھوڑے اس نے پلٹ کر ایک بار بھی اس شہر کو نہیں دیکھا تھا۔

"سونا نہیں ہے۔" ضرار اس کے ساتھ آکر کھڑا ہوا۔

"نیند نہیں آ رہی۔" اس نے گہرا سانس لیتے خود کو ماضی سے نکالا۔

"چلیں اچھا ہوا آپ جاگ رہے ہیں ابھی کچھ دیر پہلے اکمل کا فون آیا تھا اس کے بھائی نے کچھ فلیٹس بتائیں ہیں آپ جا کر دیکھ لیجئے گا۔ میں نے کمال بھائی کو آپ کا نمبر دے دیا ہے۔" عرش نے ضرار کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"بہت شکریہ! تم نے میرا بہت ساتھ دیا ہے۔"

"شکریہ سے کام نہیں چلے گا اِس ہفتے اچھا ساڈنر پکا کریں۔" ضرار بہت ہی کوئی بھوکا تھا۔

"اتنا جو تم ٹھونستے ہو پتا نہیں وہ جاتا کہاں ہے۔" عرش نے ضرار کے ہڈیوں نما جسم پر چوٹ کی تو وہ منہ بنا کر رہ گیا۔

آج کالج میں سالانہ ایوارڈ کی تقریب تھی۔ آڈیٹوریم بہت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ سٹاف اپنی ڈیوٹی دے رہے تھے۔ ایک لڑکا اپنے نام کی پکار پر تالیوں کے شور میں اسٹیج کی جانب جا رہا تھا۔ اقصی اپنے ساتھ کھڑی کسی ٹیچر سے بات کر رہی تھی تبھی اس کی

نظر سامنے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے سینے پر بازوں باندھے عرش پر گئی۔ بلیک پینٹ کوٹ پہنے وہ محفل پر چھایا ہوا تھا۔ اس کی نظریں سامنے ایوارڈ لیتے بچے پر تھیں۔ اِس سارے عرصے میں اقصی یہ جان چکی تھی کہ عرش اپنے کام سے کام رکھنے والا لڑکا ہے۔ اسٹاف میں اُس کی بہت کم لوگوں سے بات چیت تھی۔ اپنی شاندار کارکردگی سے وہ بہت جلد کالج میں اپنا مقام بنا چکا تھا۔ اسٹوڈنٹس کے ایوارڈ کے بعد فیکلٹی کی باری آ گئی۔ وہ اپنے دھیان میں تھا جب اس کے نام کی صدا پورے آڈیٹوریم میں گونجی اُس نے چونک کر دیکھا پورا حال بچوں کی تالیوں سے گونج اٹھا تھا وہ بچوں کا پسندیدہ استاد تھا۔ اسٹیج پر مہمانِ خصوصی سے انعام لے کر اس نے سب کا شکریہ ادا کیا اور واپس اپنی جگہ پر آ گیا۔

تقریب ختم ہو چکی تھی۔ وہ ایوارڈ لیے باہر نکل آیا۔ اسٹاف روم میں

آتے وہ اپنا سامان سمیٹنے لگا تبھی اقصی کی آواز پر اس کی جانب پلٹا۔ وہ اسے مبارک دے رہی تھی۔

”اب ہمیں پارٹی کب مل رہی ہے۔“وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

”جب آپ کہیں۔“

”چلیں پھر آج ہی اچھی سی کافی پیتے ہیں۔“

”آج تھوڑا مشکل ہو گا اصل میں مجھے شفٹنگ کرنی ہے۔“عرش نے معذرت خواہ انداز میں کہا۔

”کوئی بات نہیں کافی ہم پھر کبھی پی لیں گے ویسے آپ ہاسٹل سے شفٹ کر رہے ہیں؟“اس نے استفسار کیا۔

”جی قریب ہی فلیٹ لیا ہے۔“

”ماشاءاللہ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ چلیں پھر ملاقات ہوتی ہے۔“

اس کے جاتے ہی عرش بھی ہاسٹل سے سامان لینے چلا گیا۔ کمال جو کہ ڈیلر تھا اس کے توسط سے اسے مناسب قیمت پر ایک فلیٹ مل گیا تھا آدھی قیمت وہ ادا کر چکا تھا باقی کی رقم کے لیے اسے ایک سال کا وقت دیا گیا تھا۔ ڈیڑھ سال میں وہ کافی پیسے جمع کر چکا تھا۔ تنخواہ اس کی بہت اچھی تھی ساتھ وہ شام کی کلاسس بھی پڑھاتا تھا فضول خرچی کا اسے ویسے کوئی شوق نہیں تھا۔

چابی سے دروازہ کھولتے وہ فلیٹ کے اندر داخل ہوا۔ اس کا پورشن تیسری منزل پر تھا۔ دو کمروں، اوپن کچن اور مناسب لاؤنج والا یہ فلیٹ عرش کو اپنے لیے بہترین لگا تھا۔ گھر خالی ہی تھا اس نے بس ایک کمرے کا سامان خریدا تھا۔ باقی اسے کسی چیز میں دلچسپی نہیں تھی۔ کمرے میں آکر اس نے کپڑے الماری میں لگائے اور کمرے کی ہلکی جھاڑ پونچھ کر کے نہانے چلا گیا۔ نہا کر آیا تو بھوک

نے ستانا شروع کر دیا۔ اب مسئلہ کھانے پینے کا ہی تھا وہ موٹر سائیکل کی چابی اٹھاتا باہر نکل گیا۔

......*...*...*

آج اتوار کا دن تھا صبح اٹھتے ہی اس نے چائے بنائی پھر بازار سے پودے لا کر بالکنی میں رکھے اور صفائی میں لگ گیا۔ کچن صاف کرتے اسے ہنسی آ گئی۔ کہاں ماں اسے ہاتھ سے نوالے بنا کر کھلاتی تھی اور کہاں اب وہ گھر کی صفائیوں میں لگا تھا۔ دوپہر تک وہ کام سے فارغ ہو گیا، نہا کر فریش ہوتے چائے بنائی اور بالکنی میں آ گیا۔ فلیٹ کے سامنے کشادہ پارک تھا۔ جس میں بچے کھیل رہے تھے۔ آسمان بادلوں کی لپیٹ میں تھا۔ کوئی اور ہوتا تو وہ اسلام آباد کے اس حسین موسم سے خوب لطف اندوز ہوتا لیکن عرش کے لیے سیاہ آنکھوں کی خوبصورتی دیکھ لینے کے بعد کوئی منظر اس کے مقابلے میں حسین نہیں رہا تھا۔ وہ چائے پی کر کمرے میں آ گیا، دراز سے ڈائری نکال کر کھولی، ڈائری کے اندر آج بھی الفاظ جگمگا رہے تھے۔

زندگی مشکل ہوتی ہے لیکن اُن مشکلات کا ڈٹ کر سامنا کرتے ہیں سب غلط ہو رہا ہو تب بھی یہ یقین رکھیں ایک دن سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اس نے لفظوں پر ہاتھ پھیرا۔

"آپ نے ٹھیک کہا تھا سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے، زندگی پر سکون ہے آج میرے پاس اپنی چھت ہے، اچھی نوکری ہے، عزت ہے لیکن آج یہ دل آپ کو یاد کرتا ہے۔ آپ کی آواز سننے کے لیے بے قرار ہو جاتا ہے۔ آج تک یہ دل آخری ملاقات کی قید میں ہے۔" دل میں اداسی چھانے لگی۔ وہ ڈائری بند کر تا عصر کی نماز کے لیے مسجد چلا گیا۔ مسجد سے نکل کر گھر جانے کے بجائے وہ پارک میں آ گیا تھا۔ بینچ پر بیٹھ کر وہ فٹ بال کھیلتے بچوں کو دیکھنے لگا کچھ لوگ ٹریک پر جوگنگ کر رہے تھے۔

اس کا دل اداسیوں میں گھِرنے لگا۔

ماضی کی یادیں اسے بے چین کر رہی تھیں۔ اس نے والٹ سے ایک کاغذ نکال کر آنکھوں کے سامنے کیا۔

"آپ یہاں!" آواز پر اس نے چونک کر سر اٹھایا۔

"آج پہلی دفعہ آپ کو یہاں دیکھا ہے۔" اقصیٰ اس کے ساتھ فاصلے پر بیٹھ گئی۔

"آپ یہاں شفٹ ہوئے ہیں؟"

"جی!اس بلڈنگ میں۔" عرش نے سامنے اشارہ کیا وہ سالگرہ پر ملنے والا لیٹر جس پر سویرا کے لکھے الفاظ تھے فوراً والٹ میں رکھنے لگا، اقصیٰ کی نظروں سے اس کی تیزی چھپی نہیں تھی۔

"کیسے ہیں آپ؟"

"ٹھیک ہوں۔"

"ٹھیک لگ تو نہیں رہے۔" عرش نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"غلط لگ رہا ہے آپ کو۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"جانتے ہیں عرش میں آج تک خود سے کسی کو مخاطب نہیں کرتی۔" اس نے اسے دیکھا وہ سامنے کھیلتے بچوں کو دیکھ رہی تھی۔

"آپ کی شخصیت نے مجھے آپ کی جانب متوجہ کیا ہے، آپ کی ذات کی خاموشی اور آنکھوں میں بسے شور سے مجھے خوف آتا ہے۔ اللہ کی طرف سے یہ انعام سمجھ لیں کہ مجھے خاموشی کی زبان بھی سمجھ آجاتی ہے۔" عرش غور سے اسے دیکھنے لگا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں یہ تو جانتی ہوں آپ اکیلے ہیں لیکن اکیلے سے زیادہ آپ درد میں ہیں۔" عرش کے گلے میں گلٹی ڈوب کر ابھری۔ اس نے گردن موڑ کر اس کے زرد پڑتے چہرے کو دیکھا۔

"سب بھول جائیں عرش جتنا یاد کریں گے اتنی اذیت بڑھتی چلی جائے گی۔"

"تکلیف دے ماضی تو کب کا بھول چکا ہوں لیکن میں اسے نہیں بھولنا چاہتا۔"

"کون ہے وہ؟"

"وہ سب سے الگ ہے۔" عرش نے آنکھیں بند کیں۔

"عرش میں آپ کو اپنے اللہ کے امان میں دیتی ہوں۔" آواز ذہن کے پردوں میں جھلملائی۔

"اس نے مجھے ایک نئی پہچان، ایک نئی زندگی کی راہ دکھائی ہے۔" اقصیٰ بغور اس کو دیکھنے لگی جس کے لب خاموش تھے۔

"میں تو اپنے آپ سے روٹھ کر خود کو حالات کے حوالے کر چکا تھا پھر اللہ نے اس عظیم لڑکی کو میری زندگی میں بھیج دیا واحد وہ جس کو دیکھتے دل نے کہا کہ سویرا کے لیے عرش کو کسی مقام پر پہنچنا ہے۔" اقصیٰ بغور اسے دیکھ رہی تھی اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات تکلیف کی داستان سنا رہے تھے لیکن وہ لبوں سے ایک لفظ بھی نہیں بول رہا تھا۔

"سویرا کے لفظوں میں مرہم تھا، میرے ہر درد کا مرہم۔ اس کو دیکھتے سکون سا ملتا تھا۔ میں سویرا کو اپنا بنانا چاہتا تھا لیکن میری قسمت کا ہر سیاہ پنّا اس کے سامنے عیاں ہوتا چلا گیا۔ اماں کے بعد میں نے کسی کو اپنے لیے فکر مند دیکھا ہے تو وہ سویرا تھی۔" اسے علم بھی نہ ہوا کہ وہ رو رہا ہے۔ وہ ڈوبتے سورج کو دیکھنے لگا۔ اقصیٰ اُس کے جواب کی منتظر تھی۔

"دل کو اُس کی ہر ایک ادا یاد آتی ہے اس کا نظریں جھکا کر چلنا، اس کی آخری بات، وہ لڑکی چند لمحوں میں میرے دل میں بسی تھی اور آج صدیوں کی مسافت کے بعد بھی میں اسے خود سے جدا نہیں کر سکا۔ میں آج جہاں ہوں جس مقام پر ہوں اللہ کے بعد اس کے پیچھے سویرا ہے۔ وہ میرے لیے اتنی معتبر ہے کہ میں اس کے بارے میں سوچنا بھی گناہ سمجھتا ہوں وہ سراپا عزت ہے۔" وہ اپنے آپ سے مخاطب تھا آج دل نے ہر اس بات کا اعتراف کیا تھا جس سے وہ خود بھی انجان تھا۔ عرش کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر گال پر گرا وہ بنا اقصیٰ کو دیکھے اٹھ کر چل دیا اسے تنہائی چاہیے تھی۔ آج وہ راز عیاں ہوئے تھے جن سے وہ خود بھی واقف نہیں تھا۔ اقصیٰ اس کی پشت کو دیکھنے لگی جس لڑکی کا نام عرش نے اپنی زبان سے نہیں لیا تھا جس کے متعلق بات کرنے سے عرش احتیاط کر رہا تھا وہ کون ہو گی اس لڑکی کا مقام کیا ہو گا۔ وہ لڑکی کس قدر بلند مقام پر تھی۔

......*...*...*

موسم بدلنے لگا شام میں سرد ہونے لگی تھیں۔ اکیڈمی سے واپسی پر وہ کھانے کا سامان لیتا آیا ابھی وہ فریش ہو کر کھانا کھانے کے لیے بیٹھا ہی تھا کہ اُس کا فون بجنے لگا اس نے فون اٹھایا دوسری جانب ضرار تھا جو اسے اپنے ایکسیڈنٹ کا بتا رہا تھا عرش کے چہرے پر پریشانی چھلکنے لگی۔

"ٹھیک ہو زیادہ چوٹ تو نہیں آئی؟"

"جی ٹھیک ہوں بس ٹانگ پر لگی ہے۔"

"چلو شکر ہے بڑا نقصان نہیں ہوا، تم مجھے ہاسپٹل کا ایڈریس بھیجو میں پہنچتا ہوں۔" فون بند کرتے ہی ضرار نے اسے ایڈریس بھیج دیا۔

ہسپتال پہنچ کر وہ ضرار سے ملا اکمل بھی وہاں موجود تھا۔ ڈاکٹر نے بینڈیج کر کے ضرار کو چھٹی دے دی تھی۔

"میں فارمیسی سے دوائی لے کر آتا ہوں تم لوگ چلو۔" وہ فارمیسی کی جانب بڑھ گیا۔

عرش دوائی لے کر پلٹا ہی تھا کہ نعیم صاحب کو دیکھتے اس کے قدم ٹھہر گئے اسے شدید جھٹکا لگا تھا۔ دو سالوں میں ان کی صحت ڈھل گئی تھی وہ صدیوں کے بیمار دکھائی دے رہے تھے۔ اس سے پہلے وہ وہاں سے غائب ہو جاتے عرش تیزی سے ان کے پاس پہنچا۔

"چچا!" انہوں نے چونک کر اسے دیکھا اور اگلے ہی لمحے عرش کو اپنے سامنے دیکھ کر ان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"عرش!" وہ ان کے گلے لگ گیا۔ نعیم صاحب نے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھا۔

"ماشاءاللہ" وہ عرش کو صحت منداور پر وقار دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے۔

"آپ اسلام آباد کب آئے؟" عرش کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔

"سال ہو رہا ہے۔" نعیم صاحب دوائیوں کی پرچی جیب میں ڈالنے لگے۔

"یہ کیا حالت کرلی ہے آپ نے اتنے کمزور کیوں ہو گئے ہیں؟"

"جس کی اکلوتی بیٹی ہر گزرتے دن کے ساتھ موت کے قریب ہو رہی ہو وہ باپ کیسا ہو گا۔" بھیگی آنکھوں سے بولتے وہ عرش کی دھڑکن روک گئے۔ وہ سناٹوں کی زد میں آ گیا۔ روشن چہرہ سفید پڑ گیا۔

"سویرا کو برین ٹیومر ہے۔" وہ رونے لگے جبکہ عرش کو لگا پوری کائنات اُس پر اُلٹا دی گئی ہے۔ وہ دو قدم پیچھے ہوا۔ وجود سن سا ہونے لگا تھا۔

"نہیں چچا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" وہ بے یقینی کی کیفیت میں تھا۔

"کاش یہ نہ ہوتا۔۔" وہ بھیگی آنکھیں صاف کرنے لگے۔ قدم پیچھے کی جانب اٹھا تا وہ جھٹکے سے پلٹا اور اگلے ہی لمحے وہ ہسپتال سے دوڑتا ہوا نکلا تھا۔ عرش کو لگ رہا تھا اس کا سانس رک جائے گا دل میں گھٹن سی ہونے لگی تھی۔ سڑک پر اسے تیزی سے چلتا دیکھ کر اکمل نے اسے آواز دی لیکن اس کے کان جیسے بند ہو چکے تھے۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے موٹر سائیکل پر چابی لگائی۔ وہ کیسے فلیٹ میں پہنچا کیسے دروازہ کھولا وہ نہیں جانتا تھا۔ راستے میں کتنی ہی بار وہ گاڑی کے نیچے آتے آتے بچا تھا۔

کمرہ گہری خاموشی اور اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔

"سویرا کو برین ٹیومر ہے۔" عرش نے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔

"جس کی اکلوتی بیٹی ہر گزرتے دن کے ساتھ موت کے قریب ہو رہی ہو۔۔۔۔" عرش نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں کچھ نہیں ہوا سویرا کو۔۔" وہ بالوں میں ہاتھ پھیرتا کمرے میں چکر کاٹنے لگا۔

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔" وہ سر تھام کر بیٹھ گیا اور پھر کھڑکی سے جھانکتے چاند نے دیکھا کہ عرش خلیل پھوٹ پھوٹ کر رو رہا ہے۔

......*...*...*

BEING THE STRING OF YOUR LIFE

آج دو دن ہو گئے تھے اسے گھر میں قید ہوئے نہ وہ کالج گیا تھا اور نہ ہی اکیڈمی، اس نے فون بھی بند کر رکھا تھا۔ دو دن سے وہ صرف پانی اور چائے پر زندہ تھا۔ بیڈ پر لیٹا وہ خلا میں گھور رہا تھا جب مسلسل بجتے فون پر جھنجھلا کر اٹھ بیٹھا۔ اس نے بنا دیکھے کال رسیو کر کے فون کان سے لگایا۔

"کیا مصیبت ہے۔" اس کی سخت آواز پر اقصیٰ گھبرا گئی۔

"معذرت آپ کو تنگ کیا، دو دن سے آپ کالج نہیں آ رہے تھے اس لیے آپ کی خیریت معلوم کرنی تھی۔" عرش نے کنپٹی دبائی۔

"معافی چاہتا ہوں میں نے دیکھا نہیں کہ آپ کا فون ہے۔" اس نے اپنی کنپٹی دبائی۔

"کوئی بات نہیں آپ ٹھیک ہیں؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"سر میں درد تھا لیکن اب بہتر ہوں۔"

"آپ نے دوائی لی ہے؟"

"میں ٹھیک ہوں۔" عرش نے آنکھوں کو دبایا۔

"اچھا ایسا کریں فریش ہو کر آ جائیں میں باہر انتظار کر رہی ہوں۔ پاس ہی بک اسٹور سے کچھ کتابیں لینی ہیں اس کے بعد آپ کو یہاں کی مشہور کافی پلانی ہے۔" عرش نے معذرت کرنا چاہی لیکن پھر رک گیا وہ نیچے موجود تھی عرش کو انکار کرنا اچھا نہیں لگا پہلے ہی وہ بدتمیزی کا مظاہرہ کر چکا تھا۔ دس منٹ بعد وہ فریش سا سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس باہر آتا دکھائی دیا آستین کہنیوں تک موڑ رکھے

تھے۔ بڑھی ہوئی داڑھی اس پر جچ رہی تھی۔ اقصیٰ نے فرنٹ سیٹ سے اتر کر چابی عرش کے حوالے کی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ڈرائیونگ آتی ہے ناں آپ کو؟"اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا تو عرش نے اس کے ہاتھ سے چابی پکڑ لی۔ضرار اور اکمل اُسے ڈرائیونگ سکھا چکے تھے ڈرائیونگ ہی کیا وہ تو اسے پورا اسلام آباد اور مری بھی گھما چکے تھے۔اقصی نے محسوس کیا عرش کافی پریشان ہے۔

"پہلے کافی پی لیتے ہیں۔"عرش نے خاموشی سے گاڑی کافی شاپ کی جانب موڑ دی۔کافی کے دوران بھی عرش خموش رہا تھا اس نے بھی کچھ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔کچھ دیر بعد وہ اسلام آباد کے سب سے بڑے بک اسٹور پر موجود تھے۔اس نے دو تین کتابوں کے نام عرش کو بتائے اور باقی خود ڈھونڈنے لگی عرش

ریک میں رکھیں کتابیں دیکھ رہا تھا۔ایک کتاب اسے مل گئی تھی وہ آگے بڑھتا دوسری کتاب ڈھونڈنے لگا جب آواز پر ٹھہر گیا۔

"ایکسکیوز می! یہ بک اٹھا دیں گے۔"عرش کے قدم جم گئے۔

"عرش میں آپ کو اپنے اللہ کے امان میں دیتی ہوں۔فی امان اللہ!"وہ تیزی سے پلٹا۔سیاہ عبائے میں اوپر سے نیچے تک ڈھکی آج بھی اپنی معصوم آنکھوں سے مقابل کا دل دھڑکا دینی والی ہاں وہ وہی تھی وہی جس کو دیکھنے کے لیے وہ بے قرار تھا۔عرش کو بلانے آئی اقصی پیچھے ہی رک گئی۔عرش کے چہرے پر چھائے رنگ مختلف تھے۔

"سویرا"!سویرا کی آنکھوں میں پہلے حیرت اور پھر مسکراہٹ ابھری۔وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ دوبارہ کبھی اس کا سامنا عرش سے ہو گا۔۔وہ بھاری قدموں کے ساتھ چلتا اس کے سامنے آیا۔وہ پہلے سے بہت کمزور ہو چکی تھی۔

"کیسی ہیں؟"آواز کی لرزش پے قابو پاتے استفسار کیا۔

"الحمدللہ!میں بالکل ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟"سویرا کو نا جانے کیوں رونا آرہا تھا۔

"میں بھی ٹھیک ہوں۔"سویرا نے سر ہلایا۔

”آپ یہاں ٹھیک سے رہ رہے ہیں ناں؟“ آہستہ سے پوچھا۔وہ بہت کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اس نے صرف سر ہلا دیا ناجانے آج سب الفاظ روٹھ کیوں گئے تھے۔

”میں چلتی ہو۔“ وہ پلٹ گئی کھڑا رہنا محال ہو گیا تھا۔پلٹتے ہی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ کر نقاب میں جذب ہوئے۔عرش کی آنکھیں بھی برسنے کو تیار تھیں۔وہ اسے روکنا چاہتا تھا وہ چاہتا تھا سویرا کچھ دیر اس کے سامنے رہے لیکن وہ چلی گئی۔

"عرش!"اقصی نے آگے بڑھ کر عرش کو اپنی جانب متوجہ کیا۔وہ فوراً سنبھالا۔

"اگر قسمت نے آپ کو موقع دیا ہے تو اسے گنوائے مت۔"اس نے اقصی کو دیکھا اور پھر کاؤنٹر پر کھڑے نعیم صاحب کو،وہ قدم قدم چلتا ان کے پاس آیا۔حال احوال کے بعد عرش نے ان سے ایڈریس اور ان کا فون نمبر لیا۔

”گھر لازمی آنا اماں بہت یاد کرتی ہیں۔“

”بہت جلد آؤں گا۔“گھر جانے سے پہلے وہ نعیم صاحب سے تفصیل سے بات کرنا چاہتا تھا اس کا پہلے نعیم صاحب سے باہر ملنے کا ارادہ تھا۔

......*...*...*

عبایا اتار کر وہ بیڈ پر لیٹ گئی آنکھوں کے نیچے ہلکے گہرے ہو رہے تھے۔عرش کو دیکھ کر وہ خوش بھی ہوئی تھی لیکن دل

میں درد سا بھی اٹھنے لگا تھا۔دادی اس کے سراہنے آکر بیٹھ گئیں۔

"میری بیٹی کی آنکھوں میں آنسو کیوں ہیں؟"وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگیں۔

"دادی آج میں عرش سے ملی۔"

"ہاں نعیم نے بتایا ہے کہ وہ یہاں رہتا ہے۔ٹھیک ہے ناں وہ؟“ دادی پوچھ رہی تھیں۔

"جی دادی ٹھیک ہیں۔" اس کی آنکھیں بھاری ہو رہی تھیں۔

"کچھ کھانا ہے؟"

"نہیں دادی! بھوک نہیں ہے میں بس سونا چاہتی ہوں۔" اس نے آنکھیں موند لیں دادی کچھ دیر اس کو دیکھتی رہیں پھر نم آنکھوں کے ساتھ اٹھ کر باہر چلی گئیں۔

......*...*...*

کمرے کی دیواریں سفید رنگ سے رنگی ہوئی تھیں۔ عرش سویرا کے ڈاکٹر کے سامنے بیٹھا تھا۔

"آپ مجھ سے کچھ بھی مت چھپائیں۔" عرش نے بھاری دل کے ساتھ کہا۔

"بیس فیصد امید ہے کہ یہ آپریشن کامیاب ہو جائے گا"۔ صرف بیس فیصد۔۔ عرش نے زور سے مٹھی بنائی اور گہرا سانس لیا۔

"آپ کیا کہتے ہیں کیا آپریشن کروانا چاہیے؟"

"بالکل! میں تو یہی کہہ رہا ہوں۔ نعیم صاحب کو بھی میں نے یہی کہا ہے کہ ہمیں کوشش کرنی چاہیے زندگی موت اللہ کے ہاتھ میں ہے آپریشن میں ہمیں بیس فیصد امید بھی تو ہے کہ وہ کامیاب ہو گا لیکن سویرا آپریشن کے لیے تیار نہیں ہے اور جب تک وہ تیار نہیں ہو گی

ہم کوئی بھی خطرہ نہیں لے سکتے" عرش نے کچھ سوچتے ہوئے ڈاکٹر کو دیکھا۔

"آپ آپریشن کی تاریخ بتائیں۔" ڈاکٹر صاحب نے چونک کر اسے دیکھا پھر اسے ساری تفصیل بتانے لگے۔

......*...*...*

کمرے میں گہری خاموشی چھا چکی تھی۔ عرش نے اپنی اور ڈاکٹر کی ملاقات کا بتا کر سب کو راضی تو کر لیا تھا آپریشن کے لیے لیکن اس کے بعد عرش کے لبوں سے ادا ہوئے الفاظ سب کو حیران کر گئے تھے۔ وہ اپنے جگہ سے اٹھ کر نعیم صاحب کے گھٹنے پر ہاتھ رکھتا نیچے پنجوں کے بل بیٹھا۔

"اماں کے بعد مجھے آپ لوگوں سے بہت پیار ملا ہے میں دل سے آپ لوگوں کی قدر کرتا ہوں۔ چچا مجھے خالی ہاتھ مت لٹائیں میں بہت امید لیے آپ کے پاس آیا ہوں۔"

سویرا نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں۔ کمرے میں ہلکی روشنی تھی۔ اٹھ کر بیٹھتے اس نے چہرے سے بال پیچھے کیے اور دوپٹہ کندھوں پر رکھتی باہر آگئی۔ سر بری طرح گھوم رہا تھا۔ حال روشن تھا۔ کھڑکیوں کے پردے ہٹے ہونے کے باعث باہر سے روشنی اندر آرہی تھی۔ وہ ڈرائنگ روم کی طرف متوجہ ہوئی وہاں سے آواز آرہی تھی وہ قدم قدم چلتی آگے آئی کھلے بال کمر پر بکھرے ہوئے تھے۔

"میں سویرا سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔" قدم چوکھٹ پر ہی تھم گئے اس نے فوراً دیوار کا سہارا لیا۔

"میں کسی ہمدردی میں آکر یہ نہیں کہہ رہا نہ ہی کسی پر ترس کھا رہا ہوں یہ میری ایک خواہش ہے آج میرا کوئی بڑا ہوتا تو وہ آپ سے یہ بات کرتا میں معافی چاہتا ہوں میں خود ہی آپ سے بات کرنے آگیا۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو بچے! بیٹے ہو تم ہمارے۔" دادی نے تڑپ کر کہا۔

"میں سویرا سے پوچھے بغیر کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ اس کا پہلے بھی۔۔۔" نعیم صاحب کی نظر پیچھے کھڑی سویرا پر گئی جس کا رنگ اُڑ چکا تھا ان کے الفاظ دم توڑ گئے۔

"سویرا!" وہ گھبرا کر کھڑے ہوئے۔ عرش نے چونک کر گردن موڑی اور اگلے ہی لمحے رخ واپس موڑ لیا۔ وہ بنا نقاب کے تھی اس پر لازم تھا وہ اپنی نظریں موڑ لے۔

"ابا میں انکار کرتی ہوں۔۔۔میں انکار کرتی ہوں اس رشتے سے۔"وہ روتے ہوئے چیخی عرش نے آنکھیں میچ لیں۔

"سویرا بچے پُر سکون ہو جاؤ۔"سدرہ نے گھبرا کر اسے ساتھ لگایا۔وہ روتے ہوئے کمرے میں چلی گئی۔

"چچا مجھے ایک بار سویرا سے بات کرنی ہے بس ایک بار اگر وہ انکار کر دیں گیں تو میں دوبارہ کبھی یہ بات نہیں کروں گا۔"نعیم نے دادی کو دیکھا جنہوں نے اثبات میں سر ہلا کر اجازت دی تھی۔سدرہ کمرے میں سویرا کے پاس گئیں جہاں وہ بیڈ پر سر تھامے رو رہی تھی۔

"چندا ایک بار عرش سے بات کر لو بس ایک بار۔۔"ان کا لہجہ التجائیہ تھا۔

"امی مجھے کوئی بات نہیں کرنی اُنھیں کہیں چلے جائیں۔"

"میرے کہنے پر بس ایک بار۔۔"سویرا نے ماں کو دیکھا وہ انکار کرنے لگی تھی لیکن رک گئی ماں باپ دونوں اس کی بیماری کا سن کر نڈھال ہو گئے تھے وہ بہت تکلیف میں تھے وہ انھیں مزید درد نہیں دینا چاہتی تھی۔سویرا نے ہار مان لی۔

وہ دوپٹہ لپیٹتی کھڑکی کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔آسمان پر کالی گھٹائیں چھا رہی تھیں۔کچھ دیر بعد عرش کمرے میں داخل ہوا۔بنا کوئی اور بات کیے اس نے سیدھا سوال کیا۔

"آپ کیوں مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتیں؟"سویرا نے رخ موڑا۔اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"آپ مجھے بتائیں آپ نے مجھ سے شادی کیوں کرنی ہے۔یہ بات آپ نے سوچ بھی کیسے لی۔"سرخ متورم آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔وہ آہستہ سے چلتا اس کے قریب آیا۔

"کیونکہ میں جینا چاہتا ہوں۔"عرش کی گھمبیر آواز میں کہے الفاظ سویرا کو دنگ کر گئے۔وہ دو قدم پیچھے ہوئی دماغ میں ٹیسیں سی اٹھ رہی تھیں۔

"ایک مرتی ہوئی لڑکی کے ساتھ آپ کیا جیے گے۔"آنسوؤں سے رندھے گلے سے بمشکل آواز نکلی تھی عرش نے تڑپ کر اسے دیکھا۔

"آج تو یہ کہہ دیا ہے آئندہ مت کہنا۔یقین کا چراغ تھمانے والی مایوسی کی باتیں کرتی اچھی نہیں لگتی۔"

"خدا کے لیے عرش مجھے اذیت مت دیں"۔وہ بے بسی سے سسکتے ہوئے بولی۔

"آپ مجھ پر رحم کریں سویرا مجھے اس اذیت سے نکال دیں۔مجھے زندگی گزارنی نہیں ہے بلکہ زندگی جینی ہے۔"التجا کی گئی۔

"میں تھک گیا ہوں میری خوشی آپ ہیں، میرا انعام آپ ہیں آپ کے لفظوں نے مجھے جینا سیکھایا ہے آپ کی دعاؤں نے مجھے کامیاب بنایا ہے۔سویرا آپ نے کہا تھا سب ٹھیک ہو جائے گا

ٹھیک کہا تھا سب ٹھیک ہو گیا ہے لیکن بس آپ کی کمی ہے۔میں کوئی ہمدردی نہیں کر رہا میں بس اپنی زندگی مانگ رہا ہوں۔"سویرا رخ موڑ گئی اس کا دوپٹہ بھیگ رہا تھا۔

"عرش خود کے ساتھ ظلم مت کریں میرا ساتھ آپ کو کچھ نہیں دے سکتا میری سانسیں بہت تھوڑی ہیں میں تین لوگوں سے بچھڑنے کے خوف سے ہر روز مرتی ہوں، آپ سے بچھڑنا میرے لیے اذیت ناک موت ہے۔یہ دل آپ کے بغیر جینا سیکھ گیا ہے اب بھی سنبھل جائے گا، آپ چلیں جائیں خدا کے لیے چلیں جائیں۔"اس کا وجود لرزنے لگا تھا آنسوؤں میں تیزی آگئی۔

"میرا دل نہیں سنبھلے گا یہ دل تو آپ سے دوری پر ہر لمحہ تڑپا ہے۔آپ نے مجھے ہر مشکل میں سنبھالا ہے بس ایک بار مجھ پر بھروسہ کر لیں، میں جینا چاہتا ہوں مجھے آپ کے ساتھ جینا ہے۔میرا ہاتھ تھام لیں۔آپ میری روشنی ہیں وہ روشنی جس نے میری تاریک راہوں کو روشن کیا ہے۔آپ وہ روشنی ہیں جس نے مجھے اللہ کے قریب کر دیا ہے اُس پر

یقین کرنا سکھایا ہے۔ آپ نے مجھے بتایا ہے کہ اللہ سے محبت کرنے والا کبھی ہارتا نہیں ہے۔" سویرا نے نظریں اٹھا کر عرش کو دیکھا جس کا وجود سراپا التجا بنا ہوا تھا۔

"ایک بار مجھ پر بھروسہ کر لیں۔ میرا ساتھ قبول کر لیں۔ کریں گی ناں میرا ساتھ قبول؟" عرش کے پوچھنے پر وہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی۔ آنکھوں کے آگے ماں باپ، دادی سب کا چہرہ آنے لگا سب کی امید بھری نظریں سامنے آنے لگیں۔ اس نے عرش کی امید بھری آنکھوں میں دیکھتے اثبات میں سر ہلایا اس کا جواب ملتے ہی عرش نے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ کر آنکھوں کو دبایا اور پھر بنا اُسے دیکھے کمرے سے نکل گیا۔ سویرا نے اپنا ہاتھ گرا دیا نقاب چہرے سے ہٹ چکا تھا اُس کا پورا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

......*...*...*

نعیم صاحب کے گھر میں خوشیوں کی فضا چھا گئی۔ وہ اداس تھے لیکن عرش نے انہیں یقین دلایا تھا کہ سویرا بالکل ٹھیک ہو جائے گی نکاح کی تقریب میں چند قریبی لوگ ہی شامل تھے۔ اس کی طبیعت کے خیال سے شور شرابے سے پرہیز کیا گیا تھا۔ وہ ظہر کی نماز پڑھ کر باہر آئی تو سدرہ دادی کے ساتھ لاؤنج میں کپڑوں کا ڈھیر لگائے بیٹھیں تھیں۔ لیپ ٹاپ کی اسکرین پر خالہ بھی وہاں موجود تھیں۔

"امی یہ اتنا سامان کس کا ہے؟" وہ حیرت سے دیکھتی ان کے پاس صوفے پر بیٹھی۔ اس کے ماموں زاد گھر کو سجا گئے تھے۔ سب کا رات کو ڈھولک کا ارادہ تھا۔

"لو بھلا! جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے" دادی کی بات پر اس نے منہ پھلایا۔

"یہ سامان تمہارا ہے۔"

"یہ آپ نے کب لیا؟" وہ سامنے پھیلے جوڑوں کو دیکھنے لگی۔

"جب تو کالج میں تھی تب سے ہی تیری ماں نے شادی کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔"سویرا کی آنکھیں نم ہو گئیں۔وہ اٹھ کر سدرہ کے گلے لگ گئی۔

"امی میں آپ لوگوں کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی۔"خود تو وہ روئی ہی ساتھ دادی اور ماں کو بھی رلا دیا۔

"عرش بڑا پیارا بچہ ہے۔میرے دل میں بہت دفعہ اس کا خیال آیا تھا لیکن آفرین کی وجہ سے ہمیشہ میں نے اپنی خواہش کو دبا دیا لیکن دیکھو آج میری خواہش پوری ہو رہی ہے۔"سدرہ نے آنسوں صاف کرتے کہا۔سامان سمیٹ کر وہ اٹھنے لگی تھی تبھی دروازے پر دستک ہوئی۔

"میں دیکھتی ہوں۔"سویرا نے اٹھ کر دروازہ کھولا اجنبی چہرے سامنے واضح ہوئے۔

"السلام علیکم!"ان کے ہاتھوں میں سامان تھا۔

"وعلیکم السلام!کس سے ملنے ہے آپ کو؟"سویرا کے سوال پر اقصی مسکرائی۔

"ہمیں عرش کی سویرا سے ملنا ہے۔"سویرا کے چہرے کا رنگ بدلا۔پیچھے ہی گاڑی میں موجود عرش فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔

"اوئے ہوئے ابٹن سے پہلے ہی لڑکی پر روپ آ رہا ہے۔"اقصی نے شرارت سے کہا۔وہ اقصی اور اس کی والدہ کو لاؤنج میں لے آئی۔

"ہم عرش کی طرف سے مایوں کا جوڑا لے کر آئیں ہیں۔"سب سے ملنے کے بعد انہوں نے سامان سدرہ کے حوالے کیا عرش کے آتے ہی سویرا اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

"اقصی میری بہت اچھی دوست اور کولیگ ہے۔"عرش نے اقصی کا تعارف کروایا۔تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد انہوں نے واپسی کی اجازت مانگی۔

"رات کو سویرا کے ماموں نے ابٹن کی رسم کے ساتھ ڈھولک رکھی ہے ہمیں اچھا لگے گا اگر آپ لوگ بھی شرکت کریں۔"سدرہ نے انہیں دعوت دی۔

"آج تو ہمارے لڑکے کی بھی رسم ہے۔"اقصی نے شرارتی نظروں سے عرش کو دیکھا جو اچانک ملنے والی خبر پر چونکا تھا۔

"آنٹی میں سوچ رہی تھی کیوں نہ دونوں کی رسم اکھٹی کردی جائے۔"عرش نے نفی میں سر ہلایا اقصی پوری طرح عرش کو نظر انداز کر گئی تھی۔

"یہ تو اچھی بات ہے لیکن سویرا۔۔۔"

"آنٹی سویرا کا پورا خیال رکھا جائے گا۔"اقصی نے یقین دلایا۔

واپسی پر عرش کے چہرے کو دیکھتے اقصی کو ہنسی آرہی تھی یقیناً وہ اس سے ناراض تھا اقصی کی والدہ کو گھر چھوڑ کر ان دونوں کو فرنیچر اور گھر کا کچھ سامان لینے جانا تھا کل کا پورا دن بھی اس کا بازار میں گزرا تھا۔اس نے کچھ دنوں کے لیے اقصی کی مدد مانگی تھی جس پر وہ خوشی خوشی تیار ہوگئی تھی۔شاپنگ تو مکمل ہوگئی تھی بس اب کچھ کچن کا سامان اور فرنیچر رہ گیا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مسٹر سڑیل مجھے پتا ہے یہ اوپر اوپر سے ناراضگی دکھا رہے ہو دل میں تو لڈو پھوٹ رہے ہوں گے۔"اقصی کے چھیڑنے پر وہ اسے گھور کر رہ گیا۔

حال اور کمرے کا سامان لے کر اقصی نے اسے باقی سامان لینے سے منع کر دیا۔

"عرش بس اتنا کافی ہے باقی سویرا کے ساتھ مل کر اس کی پسند سے گھر کو سجانا اب آگے اُس کی ذمہ داری ہے۔"

سات بجے تک اقصی کے ساتھ مل کر وہ گھر سجا چکا تھا۔اقصی نے ملازمہ کا انتظام بھی کر دیا تھا۔لاؤنج میں نظر ڈال کر وہ عرش کے کمرے میں جانے لگی تھی تبھی فوزیہ چائے کے مگ پکڑے اس کے پاس آئی۔

”یہ لیں باجی!“ وہ اس سے ٹرے لے کر کمرے میں آگئی۔

بیڈ شیٹ اور پردے تبدیل ہو چکے تھے۔ کمرے میں موتیے کے پھولوں کی مہک پھیلی رہی تھی۔ اقصی نے بالکنی میں دیکھا وہاں مختلف پھولوں کے گملے پڑے تھے۔ عرش نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔

"سویرا کو پھول بہت پسند ہیں خاص کر موتیے کے پھول۔" اقصی مسکرا دی۔ وہ الماری میں کچھ سامان رکھ رہا تھا البتہ چہرے پر مضطرب سا احساس نمایاں تھا۔

"سویرا بہت خوش قسمت ہے۔" اس کی بات پر عرش اس کی جانب پلٹا۔

”خوش قسمت تو میں ہوں جسے سویرا سے نوازا جا رہا ہے۔“ وہ مسکرائی۔

”عرش! میں بہت دیر سے دیکھ رہی ہوں تم کچھ پریشان ہو، کیا بات ہے؟“

”نہیں کوئی بات نہیں ہے۔“ عرش نے آگے بڑھ کر اقصی کے ہاتھ میں موجود ٹرے سے اپنا مگ اٹھایا۔

”کہتے ہو تو مان لیتی ہوں۔ اچھا میں کہنے آئی تھی کہ میں گھر جا رہی ہوں جب تیار ہو جاؤ تو مجھے فون کر دینا۔“ کہہ کر وہ پلٹ گئی لیکن اس سے پہلے وہ کمرے سے باہر نکلتی عرش نے اسے آواز دے کر روکا۔ اس کی آواز میں کرب تھا جبکہ چہرے پر بے بسی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

”کیا بات ہے؟“

”میں آج ہی نکاح کرنا چاہتا ہوں۔“ عرش کی سنجیدگی اور آواز کی لرزش پر وہ ٹھٹھکی۔

”میرا دل بہت بے چین ہے عجیب سا ڈر لگ رہا ہے، ایسا لگ رہا ہے کچھ ٹھیک نہیں ہے۔“ وہ اس کے پاس آئی۔

”سب ٹھیک ہے۔ میری صبح ہی سویرا سے ملاقات ہوئی تھی وہ ٹھیک ہے۔“ عرش بے چین سا کھڑکی کے پاس کھڑا ہو گیا۔

”پتا نہیں مجھے سکون کیوں نہیں آ رہا۔“

”پریشان مت ہو انکل سے بات کرو اگر وہ مان جاتے ہیں تو ٹھیک ہے آج ہی نکاح کرلو۔“اس نے نظریں موڑ کر اقصی کو دیکھا وہ فون اس کی طرف بڑھائے کھڑی تھی۔

......*...*...*

دونوں ہاتھ بیسن پر سختی سے جمائے وہ گہرے سانس لے رہی تھی۔پیشانی عرق آلود ہو رہی تھی۔ناک سے بہتہ خون اب کہی جا کر رکا تھا۔اس نے ہتھیلیوں میں پانی لے کر چہرے پر ڈالا اچھے سے منہ دھونے کے بعد وہ باہر آگئی۔کمرے میں گیندے کے پھولوں سے سجاوٹ کی گئی تھی۔سویرا دیوار کا سہارا لیتی بیڈ تک آئی اور آہستہ سے بیٹھ گئی جسم بخار سے تپ رہا تھا۔ٹاول سے منہ صاف کرکے وہ کچھ دیر بیٹھی رہی پھر اٹھ کر آئینے کے سامنے آگئی۔باہر سے ڈھولک کی آواز آرہی تھی۔مغرب کے بعد ہی اس کے کزن اور ماموں آگئے تھے۔اس نے آئینے میں اپنے عکس کو دیکھا۔پیلے رنگ کا ٹخنوں تک آتا فراک پہنے وہ مرجھائی ہوئی سی لگ رہی تھی۔وہ کرسی پر بیٹھ کر اپنے بالوں کو سلجھانے لگی جو کے ہلکے ہلکے نم تھے۔بال بنا کر اس نے سبز چوڑیاں کلائیوں میں ڈالیں۔کھڑکی پر لگے پردے ہوا سے جھول رہے تھے۔آکاش پر چمکتے مہتاب کی چاندنی کچھ بڑھنے لگی۔اس نے گیندے کے پھول چٹیاں میں لگا کر ڈوپٹہ سر پر جمایا اور کھڑے ہو کر پاؤں میں پیلے کھسے پہنے۔وہ تیار تھی۔اس نے نظریں اٹھا کر آئینے میں نظر آتے اپنے مکمل عکس کو دیکھا۔لبوں پہ خوبصورت مسکراہٹ ابھری تھی تبھی دروازہ تیزی سے کھولتی لڑکیاں اقصی کے ہمراہ کمرے میں داخل ہوئیں۔سویرا پلٹی اور سب جہاں تھے وہی تھم گئے۔سب کی آوازوں کو بریک لگ گئی تھی۔ان سب کو خاموش دیکھ کر اس کو پریشانی ہوئی۔

”تم سب چپ کیوں ہوگئے اور ایسے کیوں دیکھ رہو صحیح نہیں لگ رہی،یہ پھول اتار دوں“اس نے بالوں پر لگے پھول اتارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ سب یک زبان بولے۔

”نہیں!!!!!“اس نے ڈر کر ہاتھ ہوا میں ہی روک دیا۔اقصی نے آگے بڑھ کر زور سے سویرا کو گلے لگایا۔

”تم اتنی پیاری لگ رہی ہو کہ تمہیں دیکھتے ہی ہم سب اپنے حواس کھو بیٹھے تھے۔“سب ہنسنے لگے۔

”اقصی بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے۔“سویرا کی کزن فاطمہ نے مسکرا کر اس کا ڈوپٹہ ٹھیک کیا۔سویرا کے چہرے پر سرخی چھلکنے لگی۔

سب لڑکیوں کے سنگ آتی سویرا اتنی حسین لگ رہی تھی کہ دادی اور سدرہ نے دل ہی دل میں اس کی نظر اتاری۔سدرہ پلو سے آنکھیں صاف کرتیں ایک طرف ہوگئیں وہ نہیں چاہتی تھی کہ سویرا ان کے آنسو دیکھے۔مرد حضرات نعیم صاحب کے ہمراہ مہمان خانے میں بیٹھے تھے۔اسے دادی کے ساتھ صوفے پر بیٹھایا گیا۔دادی نے اسے اپنے ساتھ لگا کر ڈھیروں دعائیں دی تھیں۔ابھی سب مل کر بیٹھے ہی تھے کہ سویرا کو گھبراہٹ سی ہونے لگی دماغ کی نسیں پھٹتی محسوس ہورہی تھیں۔بخار تو اسے پہلے ہی تھا لیکن اب جسم سے نکلتی تپش اس کی آنکھیں بھاری کررہی تھیں۔اقصی اٹھ کر سویرا کے پاس آئی اور اس کا ہاتھ پکڑا لیکن اگلے ہی لمحے وہ چونک گئی۔

”سویرا تمہیں تو بہت تیز بخار ہے۔“

”بس ہلکا سا ہی ہے۔“سویرا نے اُسے آہستہ بولنے کا اشارہ کیا۔

”میں آنٹی سے بات کرتی ہو۔“وہ اٹھنے لگی تھی کہ اس نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

”نہیں!سب پریشان ہو جائیں گے کچھ دیر کی ہی تو بات ہے آرام کروں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی۔“

سدرہ نے آگے بڑھ کر اس کا گھونگھٹ نکال دیا۔سب خواتین ایک طرف ہوگئیں نعیم صاحب اور سویرا کے ماموں مولوی صاحب کے ساتھ سویرا کے پاس آئے۔مہمان خانے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اقصی کے بالکل سامنے صوفے پر سفید شلوار قمیض پر آف وائٹ واسکٹ زیب تن کیے عرش اپنی بھرپور وجاہت لیے دوستوں کے سنگ بیٹھا تھا۔پورے گھر میں صرف مولوی صاحب کی آواز گونج رہی تھی وہ سویرا سے پوچھ رہے تھے۔

"سویرا نعیم ولد نعیم خالد آپ کو تیس ہزار حق مہر کے عوض عرش خلیل سے نکاح قبول ہے؟"مولوی صاحب کے خاموش ہوتے ہی چاروں اطراف سکوت چھا گیا۔عرش کا پور پور سویرا کا جواب سننے کے لیے منتظر تھا۔دل کی دھڑکن بے قابو ہو رہی تھیں۔

"قبول ہے!"بھیگی لرزتی آواز جونہی عرش کی سماعت سے ٹکرائی اس نے زور سے آنکھیں بند کر لیں پلکیں لرز رہی تھیں۔

"مبارک ہو عرش بھائی!"ضرار نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونکا۔آنکھوں میں نمی واضح ہو رہی تھی۔مولوی صاحب اب عرش کے ساتھ بیٹھ رہے تھے اور پھر وہ دونوں ایک دوسرے کے نام لکھ دیے گئے ۔صدیوں پہلے آسمانوں پر جڑے نام بل آخر زمین پر بھی یکجا ہو گئے۔مبارک مباد کا سلسلہ ختم ہوتے ہی نعیم صاحب نے کھانا لگوا دیا۔

"کیا کھاؤ گی؟"اقصی نے سویرا سے پوچھا۔

"کچھ بھی کھانے کا دل نہیں ہے۔"

"چلو کچھ دیر بعد کھا لینا۔"سویرا نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"آپ بہت اچھی ہیں۔"اقصی ہنس دی۔

"مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ تمہیں میں اچھی لگی ہوں۔مستقبل میں ہم بہت اچھے دوست بننے والے ہیں۔"وہ کسی کام سے اٹھ کر وہاں سی گئی تو اس نے دادی کے کندھے پر سر رکھ دیا اور سب کو دیکھنے لگی سب کے چہروں پر مسکراہٹ تھی۔اس نے کچن کے سامنے کھڑے نعیم اور سدرہ کو دیکھا وہ دونوں آپس میں بات کر رہے تھے ان کے چہروں پر انوکھی چمک تھی۔اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی باریک لڑی کنپٹی بھگوتی بالوں میں جذب ہو رہی تھی۔اس نے ہاتھ اٹھا کر آنسو صاف کیے۔سر کا درد برداشت سے باہر ہوتا جا رہا تھا۔کھانے سے فارغ ہوتے ہی عرش

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

کے دوست روانہ ہوگئے۔ عرش کو سویرا کے ساتھ بیٹھانے کے لیے صوفہ ٹھیک کیا گیا۔اس کے کانوں میں سیٹی جیسی آواز گونجنے لگی اس کا دماغ بالکل سن ہورہا تھا کون اس کا دوپٹہ ٹھیک کررہا ہے اس کی کزن اس سے کیا کہہ رہی ہے سب اس کے سامنے کھڑے ہوگئے تھے شاید وہ عرش کا راستہ روک کر اس کو جیب ہلکی کرنے کا کہہ رہے تھے۔ سویرا کا جسم کانپنے لگا تھا۔ عرش کے لبوں پر بڑی دلکش مسکراہٹ کا راج تھا۔ اس نے لفافہ نکال کر فاطمہ کی جانب بڑھایا سب نے راستہ چھوڑ دیا سب رکاوٹیں دور ہوچکی تھیں لیکن عرش میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ سویرا کو ایک نظر بھی دیکھ لیتا سدرہ نے اسے بیٹھنے کا کہا تھا۔ وہ تھوڑے فاصلے پر سویرا کے ساتھ بیٹھ گیا ایک انوکھی سی مہک دل میں اترتی محسوس ہوئی۔ سدرہ نے آگے بڑھ کر عرش کو مٹھائی کھلائی نعیم صاحب عرش کے ساتھ بائیں جانب بیٹھے تھے۔ سویرا کو اپنے دماغ کی نس پھٹتی محسوس ہورہی تھی۔ اس کا پورا وجود پسینے سے تر ہوگیا۔ بند ہوتے کانوں کے ساتھ اس نے سر اٹھایا۔ اقصی کی نظر سب سے پہلے اس پڑی تھی۔ سویرا نے دونوں ہاتھ اٹھا کر سر پکڑا۔ اقصی بھاگ کر اس کی جانب آئی۔ اقصی کے چلانے پر سب اس کی جانب متوجہ ہوئے۔ عرش نے چونک کر سویرا کو دیکھا وہ زور سے سر کو پکڑے درد سے تڑپ رہی تھی۔ اردگرد سب غائب ہوگیا کچھ سامنے تھا تو وہ پیلے جوڑے میں درد سے تڑپتا سویرا کا وجود تھا۔ وہ جھٹکے سے اس کی طرف گھوما۔

"سویرا!" سویرا نے ہاتھ ہٹائے۔ آنسوؤں سے بھیگی آنکھیں عرش کی آنکھوں سے ٹکرائیں۔ اقصی نے پانی کا گلاس اس کے لبوں سے لگایا۔ نعیم صاحب فون پر ڈاکٹر سے بات کرنے کی کوشش کررہے تھے۔ سب مضطرب سے اس کے گرد کھڑے ہوگئے۔ اس کی نظریں عرش پر تھیں تبھی عرش کو اپنے ہاتھ پر دھکتا لمس محسوس ہوا اس نے چونک کر اپنا ہاتھ دیکھا سویرا نے آہستہ سے عرش کا ہاتھ

BEING THE STRING OF YOUR KITE

تھاما تھا عرش نے سر اٹھایا وہ نم آنکھیں لیے اُسے دیکھ رہی تھی۔اس نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں دبایا اور پھر سویرا نے بھاری ہوتی آنکھیں موند لیں۔وہ اقصی کے کندھوں پر جھول گئی۔"سویرا!"اقصی اُس کا چہرہ تھپکنے لگی۔

"آنکھیں کھولو سویرا"سدرہ نے روتے ہوئے اُسے جھنجوڑا۔عرش کی ساکت آنکھوں سے چند آنسو لڑک کر داڑھی میں جذب ہوئے۔اس نے اپنے ہاتھوں میں موجود سویرا کے ہاتھ کو دیکھا۔سبز چوڑیاں اس کی کلائی میں بہت بج رہی تھیں۔

......*...*...*

صبح کی سفیدی آہستہ آہستہ پھیلنے لگی۔کمرے میں مشینوں کی آواز کے علاوہ گہرا سکوت تھا۔کمرے کی سفید دیواریں سرد پڑتی جارہی تھیں۔آہستہ سے دروازہ کھل کر بند ہوا عرش فجر کی نماز پڑھ

کر لوٹا تھا۔وہ قدم قدم چلتا بیڈ کے پاس آیا۔آکسیجن ماسک کے نیچے دھیمی سانسیں لیتا وجود اس کی روح کا ساتھی تھا وہ ساتھی جو کچھ گھنٹوں پہلے اپنا آپ اس کے نام کرچکا تھا وہ ساتھی جس کے ہونے سے عرش خلیل کا ہونا تھا اس کی خوشی اس کا سکون تھا۔عرش نے سویرا کے زرد پڑتے چہرے کو دیکھا۔اس کی کلائیوں میں سبز چوڑیاں اب بھی سج رہی تھیں۔دائیں ہاتھ پر لگی ڈرپ قطرہ قطرہ اس کی رگوں میں اتر رہی تھی۔وہ آہستہ سے بیڈ کے کنارے بیٹھ گیا۔اس نے سب کو گھر بھیج دیا تھا۔جب وہ سویرا کو ہاسپٹل لائے تھے تب اس کی حالت بہت خراب تھی۔ڈاکٹروں نے بروقت سب سنبھال تو لیا تھا لیکن ابھی بھی کوئی خاطر خواہ امید نہیں تھی ایک آخری امید آپریشن ہی تھا اب بس انتظار تھا تو سویرا کے ہوش میں آنے کا۔عرش دائیں بائیں بیڈ کے کناروں کو مضبوطی سے پکڑے سفید ماربل کے فرش کو گھور رہا تھا۔واسکٹ رات کو ہی اتار کر کہیں رکھ دی تھی۔سفید قمیض کے آستین کہنیوں تک موڑ رکھے تھے۔آنکھوں میں سرخی چھلک رہی تھی۔اس نے گیلی سانس کھینچتے گردن موڑ کر اس کے ہاتھ کو دیکھا کینولا کی وجہ سے ہاتھ میں سوجن

آگئی تھی۔ عرش نے آہستہ سے سویرا کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا اور جھک کر اس کے ہاتھ پر اپنے لب رکھنے لگا تھا کہ ٹھہر گیا نظریں اٹھا کر اس کے چہرے کو دیکھا۔ سویرا کے چہرے کے نور اور معصومیت نے عرش کے دل میں اس کی محبت کو بڑھا دیا تھا۔ وہ سیدھا ہو گیا۔

”مجھ پر رحم کریں سویرا! آپ کو اس حالت میں نہیں دیکھا جا رہا، ابھی تو آپ سے بہت کچھ کہنا ہے بہت سی باتوں کا اطراف کرنا ہے، آپ سے اپنے دل کی بات کہنی ہے۔ آپ کا ہاتھ تھام کر زندگی کو جینا ہے۔ ابھی تو ہم ملیں ہیں، اس ملن کو کھل کر جینے تو دیں ابھی تو میں نے آپ کو آنکھ بھر کر دیکھا بھی نہیں ہے آپ کی اجازت کے بغیر کیسے اپنی محبت کی مہر لگاؤں آپ کے لبوں سے سننا چاہتا ہوں کہ سویرا پر صرف عرش کا حق ہے۔ آپ سے جاننا چاہتا ہوں کہ آپ دل وجان سے صرف میری ہیں۔“ وہ سویرا کے ہاتھ کو آنکھوں سے لگائے بھیگے لہجے میں بول رہا تھا۔ ضبط تھا جو ٹوٹ رہا تھا۔

”مجھے یوں تنہا مت کریں۔“ آنکھ سے گرتے آنسو سویرا کے ہاتھ کو نم کر رہے تھے۔

”سویرا۔۔۔صرف عرش۔۔کی ہے۔۔“ آکسیجن ماسک کے نیچے سے اٹکتی آواز ابھری اور ساتھ ہی ہاتھ کی گرفت مضبوط ہوئی۔ عرش نے جھٹکے سے اُسے دیکھا۔ وہ آہستہ سے بھاری پلکیں کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔

”سویرا!“ وہ مسکرایا۔ اس نے آنکھوں کے در وا کیے تیز روشنی سے اس کی آنکھیں چندھیاں گئیں۔

ڈاکٹر اس کا مکمل معائنہ کر کے عرش کو تسلی دے گئے تھے کہ سویرا پہلے سے بہتر ہے۔ وہ دروازہ بند کر کے پلٹا تو وہ اٹھ کر بیٹھ رہی تھی اس نے اس کے پیچھے تکیہ ٹھیک کیا۔

”ڈاکٹر نے آپ کو کچھ کھلانے کے لیے کہا ہے بتائیں کیا کھائیں گیں۔“ سویرا مدہم سا مسکرائی۔

”کچھ بھی نہیں بس پانی پیلا دیں۔“ عرش نے فوراً پانی کا گلاس اس کے لبوں سے لگایا۔

”اور کچھ؟“ سویرا نے نفی میں سر ہلایا۔ دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی عرش اس کے پاس ہی کھڑا تھا۔

”بیٹھ جائیں“ سویرا نے اسے بیٹھنے کا کہا تو وہ بیڈ کے کنارے اس کی جانب رخ کر کے بیٹھ گیا۔

"امی ابو کہاں ہیں؟"

"سب کو رات کو ہی گھر بھیج دیا تھا۔"

"آپ کیوں یہاں ٹھہر گئے بلاوجہ پریشان کیا خود کو۔۔۔"

"اگر آپ ایسی باتیں کریں گیں تو میں بہت بری طرح پیش آؤں گا" سویرا ہنس دی۔ چہرہ مرجھایا ہوا تھا۔ عرش نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"یوں ہی ہنستی رہا کریں۔"

"مجھے معاف کر دیں عرش!" سویرا کی آواز بھیگ گئی۔

"میں نے آپ کو کہا تھا میرا ساتھ۔۔" اس سے پہلے وہ اپنی بات مکمل کرتی عرش نے انگشت شہادت اس کے لبوں پر رکھ دی۔

"آپ کے ساتھ سے میں دنیا کا خوش قسمت ترین شخص بن گیا ہوں۔ وہ شخص جسے اللہ نے اپنی خاص اور بہترین بندی سے نوازہ ہے۔" سویرا کی آنکھ سے گرنے والے موتی عرش نے بڑے پیار سے چنے تھے۔ عرش کے لمس پر سویرا نے اپنی آنکھیں موند لیں۔ عرش کے بڑھتے اقدام سویرا کی دھڑکن بے قابو کرنے لگے تھے۔ اس کا دل رب کے آگے سجدہ ریز ہونے لگا کہ اسے ایسے عظیم شخص سے نوازہ گیا تھا جس کے ہر عمل ہر قول میں احتیاط اور عزت تھی۔ عرش نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

"میرے دل کی حالت کا آپ اندازہ ہی نہیں لگا سکتیں، میرے دل میں جھانک کر دیکھیں جان جائیں گی اپنا مقام۔۔۔ آپ کی حیا آپ کی پاکیزگی سے محبت کی تھی یہ جانے بغیر کے ایک دن آپ کے عشق میں مبتلا ہو جاؤں گا ۔میرے میں تو آپ کا نام بھی لبوں سے ادا کرنے کی ہمت نہیں تھی لیکن جب آپ سے بک اسٹور پر ملاقات ہوئی تو پھر یہ راز جو اپنے آپ سے بھی چھپائے ہوئے تھا اپنے اللہ کے سامنے رکھ دیا کہ اے اللہ تیرا یہ بندہ عرش تیری ایک

خاص بندی سویرا سے محبت کر بیٹھا ہے اور تیری رضا سے ساری زندگی اس کے ساتھ گزارنا چاہتا ہے۔" عرش نے اپنی پیشانی اس کی پیشانی سے جوڑی۔ اس کا چہرہ ہنوز عرش کے ہاتھوں کے پیالے میں تھا اور آنکھیں بند تھیں جبکہ رخسار بھیگ رہے تھے۔

"میں سوچتا تھا میں کیسے بتاؤں معصوم بے خبر چہرے کو کہ کوئی کس قدر اسے چاہتا ہے، کیسے بتاؤں کہ وہ میرے دل کی ٹھنڈک ہے۔ اس کے بغیر کوئی بہار بہار نہیں لگتی کوئی موسم دل کو نہیں بھاتا، دل کو تو صرف اس کی تمنا ہے ۔" عرش نے چہرہ پیچھے کیا اس نے آہستہ سے بھیگی پلکیں اٹھائیں۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ وہ اپنا دل اس کے سامنے کھول رہا تھا۔

"آج مجھے ہر تکلیف، ہر درد کا مرہم مل گیا ہے۔"

"میں پوری زندگی بھی اپنے اللہ کا شکر ادا کرتا رہوں تب بھی اُس کی نعمتوں اور نوازشوں کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اماں کہتی تھی اللہ سب سے زیادہ پیار مجھ سے کرتا ہے آج مجھے یقین ہو گیا ہے آپ نے صحیح کہا تھا، کوئی بھی آزمائش برداشت سے بڑھ کر نہیں ہوتی آزمائش کو صبر کی بھٹی میں جلا کر راکھ کر دینے سے انعام وجود میں آتے ہیں آپ میرا انعام ہیں۔ میرا مرہم ہیں۔۔" سویرا کے آنسوؤں میں تیزی آگئی وہ جھٹکے سے اس کے سینے سے لگ گئی۔

"آپریشن کے لیے مان جائیں۔۔۔" عرش نے مضبوطی سے اس کے گرد بازو لپیٹ لیے۔

"میں آپ سے دور نہیں ہونا چاہتی۔۔" وہ سسکتے ہوئے بولی۔

"میں آپ کو درد میں نہیں دیکھ سکتا۔۔۔"

"اگر یہ درد برداشت کر کے مجھے آپ کے ساتھ کچھ دن گزارنے کی مہلت ملتی ہے تو میں خوشی خوشی سب درد برداشت کر لوں گی۔۔"

”آپریشن کامیاب ہونے کی امید ہے۔۔۔“وہ آہستہ سے اس سے الگ ہوئی۔ آنکھیں بھاری ہو رہی تھیں شاید دوائی اثر کرنے لگی تھی۔

”بیس فیصد کامیابی کے ساتھ ناکامی بھی تو ہے۔۔۔“عرش نے اس کے دونوں ہاتھ تھامے۔

”ناکامی کو بھول جائیں صرف بیس فیصد کو یاد رکھیں مجھے اپنے اللہ پر یقین ہے۔زندگی اور موت اس کے ہاتھ میں ہے ہم صرف کوشش کر سکتے ہیں اس کوشش میں کامیابی ہماری دعاؤں کے ذریعے ہو گی۔“عرش نے اس کے آنسو صاف کیے۔سویرا نے سر ہلایا۔

”ٹھیک ہے!میں تیار ہوں لیکن۔۔“اس نے بوجھل ہوتی نظریں اٹھائیں عرش منتظر تھا۔

”مجھے ایک ہفتے کا وقت چاہیے۔“عرش نے اثبات میں سر ہلایا۔اس نے آہستہ سے اس کا سر سرہانے پر رکھا۔

دوپہر تک سویرا کو ہاسپٹل سے ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔نعیم صاحب اسے گھر لے آئے تھے۔عرش نے رات کو سویرا کو اپنے ساتھ لے کر جانا تھا اس لیے وہ واپس گھر چلا گیا۔سدرہ سویرا کو سوپ پلا رہی تھیں تبھی سویرا کا فون بجنے لگا۔اس نے رخ موڑ کر اسکرین کو دیکھا جو بند ہو چکی تھی لیکن ساتھ ہی میسج سے اسکرین دوبارہ روشن ہو گئی۔

”کچھ اور چاہیے؟“سدرہ کے پوچھنے پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔

”میں دوائی لے کر آتی ہوں تب تک اٹھ کر فریش ہو جاؤ پھر فاطمہ آ کر تیار کر دے گی۔“انھوں نے جھک کر اس کے سر پر پیار کیا۔

”آپ رات سے سوئی نہیں ہیں نا۔“سویرا نے ماں کا ہاتھ پکڑ کر لبوں سے لگایا۔

”اولاد تکلیف میں ہو تو ماں کو سکون کیسے آ سکتا ہے۔“ان کی آواز بھیگ گئی۔

”میں ٹھیک ہوں امی آپ بس رویا نہ کریں۔“اس نے ماں کے آنسو صاف کیے۔

"اچھا نہیں روتی، اٹھ کر تیار ہو جاؤ میں ذرا کچن دیکھ لوں عرش آنے والا ہو گا۔" وہ چلی گئیں تو سویرا کے فون پر دوبارہ عرش کی کال آنے لگی۔

"کیسی ہیں؟" اس نے فوراً پوچھا تھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں لیکن آپ مجھے بالکل ٹھیک نہیں لگ رہے آپ کو گھر اس لیے بھیجا تھا تاکہ آرام کریں اب موبائل کو بند کر کے کچھ دیر سو جائیں۔" وہ ہر گھنٹے بعد اسے فون کر رہا تھا۔

"ایسے کیسے سو جاؤں میں تو تیار بھی ہو گیا، آپ بھی جلدی سے تیار ہو جائیں میں آ رہا ہوں۔"

"اتنی جلدی!!" اس نے فوراً کہا۔

"آپ نہیں چاہتی میں آؤں۔"

"نہیں میرا وہ مطلب نہیں تھا۔" وہ فوراً گڑبڑا کر بولی۔

"مطلب آپ چاہتی ہیں میں جلدی سے آ جاؤں۔"

"میں کچھ بھی نہیں چاہتی عرش!" اس نے سر پکڑ لیا۔

"مجھے بھی نہیں چاہتی۔" اس کی آواز میں شرارت تھی اس کے اچانک کے سوال پر سویرا نے فوراً کہہ دیا۔

"چاہتی ہوں۔۔" پھر ٹھہری "نہیں۔۔!!۔۔۔ عرش!!" وہ جھنجھلا گئی چہرہ سرخ ہو گیا تھا جبکہ عرش کا قہقہہ گونجا۔

"میں بھی آپ کو بہت چاہتا ہوں جلدی سے تیار ہو جائیں میں آ رہا ہوں۔" اس نے فوراً فون بند کر دیا لبوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

کھانے سے فارغ ہو کر چائے کا دور چل رہا تھا عرش کے ساتھ اقصی اور اس کی والدہ آئی تھیں۔ عرش نے مگ لبوں سے لگایا ہی تھا کہ نظر سامنے کھلتے دروازے پر پڑی اور پھر کمرے سے چاندی رنگ کی ہیل میں مقید دو قدم باہر

نکلے عرش کی نظریں آہستہ سے اوپر کی جانب اٹھ رہی تھیں لال چوڑی دار پاجامہ ساتھ میں لال کلیوں والا فراک اور پھر عرش کی نظروں نے وہ منظر دیکھا جو اس کے لیے حسین ترین منظر تھا حجاب کے حالے میں چمکتا سویرا کا معصوم چہرہ۔اس نے مگ نیچے کیا سویرا نے مسکراتے ہوئے سر ہلا کر اسے سلام کیا جوابا اس نے سر کو خم دیا وہ کچن میں سدرہ کے پاس چلی گئی۔فاطمہ اس کا بیگ باہر لے آئی تھی۔رخصتی کے وقت سب کی آنکھیں نم ہو گئیں سویرا نعیم صاحب کے سینے سے لگتے ہی بری طرح رو دی۔عرش بیگ اٹھاتا باہر نکل گیا۔پورا راستہ سویرا کی آنکھیں نم رہی تھیں۔گھر پہنچتے ہی اقصیٰ نے ان دونوں کا بہت خوبصورت استقبال کیا تھا۔کچھ دیر بیٹھ کر وہ جانے کے لیے اٹھ گئے۔اقصیٰ کی والدہ نے آگے بڑھ کر سویرا کو پیار کیا۔

”اللہ چہرے کی یہ رونق ہمیشہ قائم رکھے ،ہمیشہ خوش رہو۔“ عرش دروازہ بند کر کے آیا تو سویرا صوفے پر بیٹھی اپنی ہتھیلیاں دیکھ رہی تھی۔

”سویرا!“اس نے چونک کر سر اٹھایا۔

”جی!“

”میں نماز پڑھنے جا رہا ہوں آپ دروازہ بند کر کے آرام کرنے کمرے میں چلی جائیں چابی ہے میرے پاس۔

“سویرا نے سر ہلا دیا۔اس کے جاتے ہی وہ بھی نماز کے لیے اٹھ گئی۔کمرے کا دروازہ کھولتے ہی پھولوں کی مہک نے اس کا استقبال کیا تھا۔کمرہ روشن تھا۔اس نے پورے کمرے میں نظر ڈالی فرنیچر کے ساتھ ساتھ کمرے کی ڈیکوریشن بھی بہت خوبصورت تھی۔سب سے پہلے پاؤں جوتوں سے آزاد کر کے وہ آئینے کے سامنے آئی۔ایک سے بڑھ کر ایک چیز وہاں رکھی گئی تھی سویرا مسکرا دی عرش نے اسے بتایا تھا کہ اس کے لیے سب چیزیں اس نے اقصیٰ کی مدد سے لی ہیں۔نماز پڑھ کر اس نے جائے نماز واپس اپنی جگہ پر رکھی اور حجاب کھول کر دوپٹہ کندھوں پر جمایا۔اس نے آگے بڑھ کر الماری کا ایک پٹ کھولا اور الماری میں موجود چیزوں کو دیکھتے ہی اس کی آنکھیں پھیل گئیں وہاں اس کے لیے

ہر چیز کا انتظام کیا گیا تھا ہر رنگ کا حجاب ترتیب سے لگایا گیا تھا وہاں ہر رنگ کا عبایا موجود تھا۔اس نے دوسرا دروازہ کھولا وہاں اس کے کپڑوں کے ساتھ عرش کے کپڑے بھی موجود تھے۔اس کی آنکھیں نم ہو گئیں وہ دروازہ بند کرتی اپنے بال صحیح کرنے آئینے کے سامنے آگئی۔وہ بالوں میں برش پھیر ہی رہی تھی کہ عرش کمرے میں داخل ہوا۔سویرا نے دوپٹہ درست کیا۔

"طبیعت کیسی ہے ؟"عرش میز پر چابی اور گھڑی اتار کر رکھتے استفسار کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہوں "وہ جواب دیتی کمرے سے باہر نکل گئی۔عرش نے گردن موڑ کر اسے جاتے دیکھا پھر موبائل پر آتی کال اٹھاتا بیڈ پر بیٹھ گیا۔وہ فون پر بات کر رہا تھا جب سویرا پانی کا گلاس لیے اس کے پاس آئی اس نے پانی کا گلاس پکڑتے اسے شکریہ کہا اور دوسری جانب جواب دینے لگا اس سے پہلے وہ مڑتی عرش نے آہستہ سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔وہ رک گئی سرخ ریشمی ڈوپٹہ سر سے ڈھلک کر کندھے پر آگیا تھا۔اس نے فون بند کر کے ایک طرف رکھا۔

"بیٹھیں!"وہ اس کے سامنے بیٹھ گئی اس کا ہاتھ اب بھی عرش کے ہاتھ میں تھا۔

"میں آپ کے لیے کچھ لایا ہوں۔"

"آپ میرے لیے پہلے ہی بہت کچھ لے چکے ہیں۔"جیب سے لفافہ نکالتے ہاتھ رکے عرش نے اسے غور سے دیکھا وہ کچھ ناراض نظر آرہی تھی۔

"آپ مجھ سے ناراض ہیں؟"سویرا نے سنجیدگی سے اسے گھورا تھا۔

"ہائے اللہ !شادی کے پہلے ہی دن میری بیوی مجھ سے ناراض ہے۔"وہ ہنس دیا۔

"عرش!"عرش نے فوراً مسکراہٹ دبائی البتہ آنکھوں میں شرارت تیر رہی تھی۔

"کیا ضرورت تھی اتنا کچھ لینے کی۔"

”سویرا! بہت عرصے بعد مجھے کوئی میرا اپنا ملا ہے۔ ابا تو بچپن میں ہی چھوڑ گئے تھے اور اماں کو تو کچھ دینے کا موقع ہی نہیں ملا لیکن آپ کے لیے مجھ سے جو ہو سکا میں کروں گا اور آپ مجھے بالکل نہیں روکیں گی۔“ ہلکے سے اس کا ناک دبا کر وہ خاکی لفافہ کھولنے لگا۔ اس نے موتیے کے گجرے نکال کر اس کے آگے ہتھیلی پھیلائی۔ سویرا کی آنکھوں میں مسکراہٹ اتر آئی۔ اس نے نرمی سے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھا دیا۔ دونوں ہاتھوں میں گجرے پہنا کر عرش نے ان کی مہک کو دل میں اتارا۔

......*...*...*

وقت نہ کسی کے لیے رکھا ہے نہ رکے گا یہ ایک ہفتہ بھی پر لگا کر اُڑتا ہی چلا جا رہا تھا۔ سویرا لاؤنج میں آئی ہی تھی کہ ملازمہ اس کی دوائی اور پانی لے آئی۔ عرش کا کالج اور شام کی کلاسس شروع ہو چکی تھیں۔

”اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھیں فوزیہ باجی!“

”اور اللہ آپ کو صحت والی لمبی زندگی سے نوازے، سہاگ سلامت رکھے، بچوں کی خوشیاں دیکھنا نصیب ہوں۔“ سویرا یاسیت سے مسکرا دی۔

رات کے کھانے کے دوران عرش اس کی خاموشی محسوس کر رہا تھا لیکن بولنے کے لیے تو عرش کے پاس بھی الفاظ نہیں تھے کل آپریشن کا وقت دے دیا گیا تھا۔ وہ اپنے سوپ کے پیالے میں چمچ ہلا رہی تھی جب عرش نے میز پر دھرے اس کے بائیں ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

”میں نے اِسے بہت یاد کیا ہے لیکن میں نے آپ کو منع کیا تھا آپ کوئی کام نہیں کریں گی۔“ اس نے بریانی کی طرف اشارہ کیا۔

”میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا سب تو فوزیہ باجی کرتی ہیں آپ نے انہیں بھی اپنی طرح بنا دیا ہے۔“ سویرا نے منہ پھلایا۔

"آپ ایسے بہت کیوٹ لگتی ہیں۔"

"کیسے؟"

"ایسے ناک پھلا کر۔" عرش نے اس کی نقل اتاری تو وہ ہنس دی۔ تبھی عرش کا موبائل پر کال آنے لگی اس نے اسکرین دیکھتے ہی فوراً کال کاٹ دی لیکن سویرا ڈاکٹر کا نام دیکھ چکی تھی اس نے کوئی تاثر نہیں دیا۔

"کھانا بہت مزے کا تھا۔ اگر مجھے دیر ہو جائے تو آپ سو جایئے گا" وہ اس کے سر پر پیار کرتا کپڑے بدلنے چلا گیا عشاء کی آذان فضا میں گونجنے لگی تھی۔ کچن سمیٹ کر سویرا باہر آئی تو پورا گھر خموشی کے گھیرے میں تھا۔ اس کا دل ویرانیوں کی لپیٹ میں آنے لگا جسم بے جان سا ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ بھاری قدم اٹھاتی کمرے میں آ گئی بالکنی کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی اس نے ہوا سے جھولتے پودوں کو دیکھا۔

"مجھے پھول پودوں میں کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن جب سے مجھے علم ہوا ہے کہ آپ کو قدرت سے پیار ہے تب سے مجھے ان سب سے محبت ہو گئی ہے۔" اس نے آہستہ سے پتوں کو چھوا، پھر بھیگے رخسار لیے پلٹ گئی۔ وضو کر کے اس نے جائے نماز بچھائی آنسو تھے کہ تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ سیاہی میں ڈوبے کمرے کو چاند کی چاندنی روشن کر رہی تھی۔ کھڑکی پر لگے پردے ہوا سے جھول رہے تھے۔ آخری رکعت پڑھ کر اس نے دعا کے لیے کانپتے ہاتھ اٹھائے۔ آنکھیں بند کیں تو عرش کا محبت لٹاتا لہجہ اور عکس سامنے آ کھڑا ہوا۔ آنسوؤں میں تیزی آ گئی۔

"اللہ!" لب بری طرح لرز رہے تھے۔

"میرے پیارے اللہ! یہ زندگی آپ کی امانت ہے، میری ہر سانس آپ کی امانت ہے۔ میں آپ کے ہر فیصلے پر لبیک کہتی ہوں اور کہتی رہوں گی میں ہمیشہ راضی رہوں گی۔" اس نے سسکی لی۔

"آج میں آپ سے ایک التجا کرنے آئی ہوں۔۔" اس کے ہاتھ تھک گئے تھے۔

"میں آپ سے زندگی مانگنے آئی ہوں۔ اللہ! مجھے سانسیں دے دیں۔۔۔"

"میرے اللہ۔۔۔"سفید ماربل کے فرش پر پیشانی ٹکائے وہ سسک رہا تھا۔

"ابھی تو میں نے محبت کو محسوس کیا ہے ابھی تو عرش کو جیتے دیکھا ہے مجھے کچھ ہو گیا تو وہ ٹوٹ جائے گا ۔۔۔"سویرا نے ہاتھوں میں چہرہ چھپالیا۔

"میں آپ سے آج اپنی زندگی مانگتا ہوں، میں سویرا کی سانسیں مانگتا ہوں۔۔۔" داڑھی بھیگ چکی تھی۔

"ابھی تو میں نے عرش کو ہنستے دیکھنا ہے ابھی تو میں نے اس کے سنگ جینا ہے۔۔"

"وہ کہتی ہے آپ پر یقین رکھنے والا کبھی خالی ہاتھ نہیں لُٹتا مجھے بھی خالی ہاتھ نہ لٹائیے گا۔۔۔اللہ میری سن لے ۔۔"چاند بادلوں کی اوٹ میں ہونے لگا۔ ہوا میں تیزی سی آگئی نا جانے وہ کیا پیغام تھامے ہوئی تھی۔

گہری ہوتی رات قطرہ قطرہ اتر رہی تھی عرش کمرے میں داخل ہوا تو وہاں گہری خموشی اور اندھیرے کا راج تھا غور کرنے پر اسے کھڑکی کے پاس کھڑی سویرا نظر آئی۔ باہر بادل برسنے کو تیار تھے۔ وہ چابی میز پر رکھتا بھاری قدم اٹھاتا اس کے پاس آیا۔ اس نے گردن پر گہری بھاری سانسیں محسوس کی تھیں۔ عرش نے اس کی کمر کے گرد بازوؤں کا گھیرا تنگ کر لیا۔ اس کے لرزتے لبوں پر سویرا نے زور سے آنکھیں میچ لیں وہ جانتی تھی وہ رو رہا ہے۔ اس کی کمر عرش کے سینے سے لگی تھی سویرا نے سر پیچھے کو اس کے سینے پر رکھتے اُس کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیے۔

"میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"میں صرف آپ کو سننا چاہتا ہوں۔" وہ آنکھیں موندیں اس کے بالوں میں چہرہ چھپائے ہوئے تھا۔ اندھیرے میں ڈوبا کمرہ کچھ اور گہرہ ہو گیا۔ بادل برسنے لگے تھے۔

"مجھے آپ سے بے انتہا محبت ہے۔" بالکنی میں ہوا کے سنگ جھولتے پھول کھل کر مسکرائے تھے۔

......*...*...*

پچھلے چار گھنٹوں سے سر جھکائے وہ ایک ہی پوزیشن میں بیٹھا تھا رنگ تھا کہ پیلا پڑ رہا تھا جیسے جسم کا سارا خون نچڑ گیا ہو۔ نعیم صاحب نے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو اس نے چونک کر سر اٹھایا گردن سے آواز آئی تھی اسنے فوراً او پی ٹی کے دروازے کو دیکھا وہ بند تھا۔ نعیم صاحب نے فون اس کی جانب بڑھایا تو اس نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھتے فون کان سے لگایا۔

"عرش! عرش میری بات سنو!" عرش تو لاکھوں میں بھی یہ آواز پہچان سکتا تھا۔

"زلیل انسان میں نے تمہیں رہنے کی چھت دی اور تم نے میری ہی عزت پر ہاتھ ڈالنا چاہا اچھا ہو تا تم بھی اپنی ماں کے ساتھ مر جاتے۔۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔۔ ہانیہ مجھ پر بہتان لگا رہی ہے۔۔۔" سارا منظر آنکھوں کے آگے چلنے لگا۔

"عرش مجھے معاف کر دو میں نے تمہارے ساتھ بہت برا کیا ہے۔۔ مجھے معاف کر دو۔۔ میں برباد ہو گیا عرش ہانیہ بھی برباد ہو گئی اس پر ایک لڑکے نے تیزاب پھینک دیا وہ نہ زندوں میں ہے اور نہ مردوں میں۔۔۔ تم سچے تھے تم پر لگایا بہتان ہمیں لے ڈوبا بس ایک بار کہہ دو تم نے ہمیں معاف کیا۔۔" عرش کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ نعیم صاحب نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"عرش اللہ تو ہم سب سے پیار کرتا ہے، وہ سب حساب رکھتا ہے وہ تو یہاں کی باتیں بھی جان لیتا ہے" عرش نے بائیاں ہاتھ اٹھا کر سینے پر رکھا جیسے سویرا کے ہاتھ کو پکڑنا چاہا ہو۔

"میں نے سب کو معاف کر دیا ہے۔" اس نے کہتے ہی ہاتھ گرا دیا تبھی سامنے دروازہ کھلا اور ڈاکٹر کی پوری ٹیم کمرے سے باہر نکلتی دکھائی دی ان کے بڑھتے قدموں کے ساتھ ساتھ اس کا دل بھی ڈوبتا جا رہا تھا۔ ڈاکٹر نے آگے بڑھ کر عرش کو کندھوں سے تھاما اس کا پورا وجود لرز رہا تھا ڈاکٹر کے لبوں سے ادا ہونے والے الفاظ یا تو اسے زندگی دے لیں گے یا اس سے زندگی چھین لیں گے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بیس فیصد امید سے سو فیصد کامیابی ہوئی ہے۔" اور بس وہ گھٹنوں کے بل فرش پر ڈھے گیا اور پھر سب نے اسے سرد سفید ماربل پر سجدہ کرتے پھوٹ پھوٹ کر روتے دیکھا تھا۔

......*...*...*

پرندوں کا ایک قافلہ پَر پھیلاتا فلک کی جانب بڑھا اور ایک مدار میں گھومنے لگا سفید روئی جیسے بادل ہوا کے سنگ آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔

"ایک شہزادہ تھا۔۔" سیاہ نین جو چمک لیے آسمان کو دیکھ رہے تھے آہستہ سے ان کا زاویہ بدلہ اور ایک عکس ان آنکھوں میں نمودار ہوا۔

"شہزادے کے لیے سیاہ آنکھوں میں اپنا عکس دیکھنا دنیا کے سب مناظر سے بڑھ کر دلکش تھا۔۔" نقاب میں نظر آتی آنکھیں مسکرائیں۔

"شہزادہ تنہا تھا اس کے لیے زندگی کا ہر قدم بھاری تھا، وہ اپنی ذات کو اندھیروں میں تحلیل ہوتا محسوس کر رہا تھا پھر۔۔۔" آہستہ سے نرم ہاتھوں نے مضبوط ہاتھوں کو تھاما۔

"پھر ایک شہزادی نے اسے ایک خط تھمایا، اس خط میں ایک روشن چراغ تھا، وہ چراغ جسے پاہ کر شہزادہ روشنیوں کو محسوس کرنے لگا۔۔ اس نے تب جانا کہ بعض دفعہ الفاظ بھی جینا سکھا دیتے ہیں۔۔۔" ہاتھوں کی گرفت مضبوط ہوئی۔

"کچھ نہ کر کے بھی بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔۔۔ جیسے کہ روشنیوں کا چراغ پکڑا دینا، جیسے کہ اللہ کے امان میں دے دینا، جیسے کہ دعاؤں میں شامل کر لینا۔۔۔" قدم سرخ فرش پر ٹھہر گئے۔ بادشاہی مسجد کے گنبد روشن ہو گئے۔ کبوتر مسجد کے فرش پر سکون سے بیٹھے دانہ چگ رہے تھے تبھی ننے قدم ان کی جانب بڑھے ننے وجود کو قریب آتا دیکھ

کر کبوتر پر پھیلاتے اڑ گئے پری کھکھلا کر بانہیں پھیلاتی ماں باپ کی جانب پلٹی۔ عرش نے آگے بڑھ کر حریم کو گود میں اٹھاتے اس کے پھولے گال چومے۔

"بابا!" اس نے عرش کے چہرے کو اپنے ننھے ہاتھوں سے تھام لیا۔ سویرا نے مسکراتے ہوئے حریم کی جیکٹ اور سر کی ٹوپی درست کی۔ دائیں ہاتھ میں سویرا کا ہاتھ تھامے اور بائیں بازو میں حریم کو اٹھائے اس نے قدم آگے بڑھا دیے ساتھ ہی ہلکی سی نظر نارنجی آسمان پر ڈالی تھی فضا میں پھیلے پرندے گھروں کو لوٹنے کو تھے۔

......*...*...*

ختم شُد

پڑھ کر اپنی رائے ضرور دیجیئے گا!

رافعہ عزیز

Insta id :writer.rafiaaziz

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کاروائی کی جا سکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب